ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار

۱۳۱۶ھ

معزز خواتین کو جہنم کے کتوں کے نکاح میں نہ دیتے ہوئے انہیں رسوائی سے بچانا

مصنف:

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمۃ

ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار
۱۳۱۶ھ

(معززخواتین کو جہنّم کے کتّوں کے نکاح میں دیتے ہُوئے انھیں رُسوائی سے بچانا)

مسئلہ ۱۹۹ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وحامیانِ شرع متین اس بارہ میں کہ ایک عورت سنّیہ حنفیہ جس کا باپ بھی سنّی حنفی ہے اس کا نکاح ایک غیر مقلد وہابی سے کردینا جائز ہے یا ممنوع؟ اس میں شرعاً گناہ ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

مستفتی محمد خلیل اللہ خاں از ریاست رامپور دولت خانہ حکیم اجمل خاں صاحب

الجواب از دفتر تحفہ حنفیہ پٹنہ محلہ لودی کٹرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم ط

نکاح مذکور ممنوع وناجائز وگناہ ہے۔ غیر مقلدین زماں کے بہت عقاید کفریہ وضلالیہ کتاب "جامع الشواہد فی اخراج الوہابیین عن المساجد" میں اُن کی تصانیف سے نقل کیے اور ان کا گمراہ و بدمذہب ہونا بروجہ احسن ثابت کیا اور حدیث ذکر کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے بدمذہبوں کی نسبت فرمایا:

ولا تؤاکلوھم ولا تشاربوھم یعنی ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ اور پانی نہ پیو

ولاتناکحوھم[1]۔ اور بیاہ شادی نہ کرو۔

اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کی تفسیر سے نقل کیا ہے کہ:

ہر کہ با بدعتیان اُنس و دوستی پیدا کند نور ایمان و حلاوت آں از وے برگیرند[2]۔ جو شخص بدعقیدہ لوگوں سے دوستی اور پیار کرتا ہے اس سے نورِ ایمان سلب ہوجاتا ہے۔ (ت)

اور طحطاوی حاشیۂ درمختار سے نقل کیا:

من کان خارجا من ھذہ المذاھب الاربعۃ فی ذلک الزمان فھو من اھل البدعۃ والنار[3]۔ جو اس زمانے میں ان چاروں مذہب سے خارج ہو وہ بدعتی اور دوزخی ہے۔

کثرت سے علمائے مشاہیر کی اس پر مُہریں ہیں، بالجملہ اگر غیر مقلد عقیدۂ کفریہ رکھتا ہو تو اس سے نکاح محض باطل و زنا ہے کہ مسلمان عورت کا کافر سے نکاح اصلاً صحیح نہیں اور اگر عقیدۂ کفریہ نہ بھی رکھتا ہو تو بدمذہب سے مناکحت بحکم آیت و حدیث منع ہے، حدیث اوپر گزری، اور آیت یہ ہے قال اللہ تعالٰی:

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[4]۔ نہ میل کرو ظالموں کی طرف کہ تمھیں چھوئے گی آگ دوزخ کی۔

ناظم ندوہ نے اپنے فتوے عدم جوازِ نکاح سنیہ و شیعہ مطبوعہ مطبع نظامی میں اسی آیت سے استدلال کیا ہے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

الساطر الوازر المعتصم بذیل سیدہ و مولاہ امیر المؤمنین سیدنا الصدیق العتیق التقی عبدالوحید غلام صدیق الحنفی الفردوسی العظیم آبادی عفا عنہ ربہ ذوالایادی۔

فتوائے علمائے پٹنہ

(۱) اصاب من اجاب (جو جواب دیا گیا ہے درست ہے۔ ت)

حافظ محمد فتح الدین پنجابی (صدر مجلس اہلسنت پٹنہ، مقیم مرشد آباد)

---

[1] الضعفاء الکبیر ترجمہ ۱۵۳ احمد بن عمران دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۲۶
کنز العمال حدیث نمبر ۳۲۴۶۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۵۲۹

[2] تفسیر عزیزی پارہ ۲۹ آیۃ ودوالوتدھن فیدھنون کے تحت افغانی دارالکتب لال کنواں دہلی ص ۵۶

[3] طحطاوی علی الدرالمختار کتاب الذبائح دارالمعرفۃ بیروت ۴/۱۵۳

[4] القرآن ۱۱/۱۱۳

(۲) ھذا ھو الحق الصریح وما سواہ باطل قبیح (یہ جواب حق صریح ہے اور اس کے سوا باطل قبیح ہے۔ ت)

محمد امیر علی (مرحوم)، سابق ہیڈ مولوی نارمل اسکول پٹنہ

فتوائے علمائے بہار

(۱) مبسملا و محمدا و مصلیا اما بعد ما قالہ العلامہ وافادہ الفہامہ حق صریح ومحقق صحیح جدیر بالاعتماد و حقیق بالاستناد ودونہ خرط القتاد و لاینکرہ الا اھل الغی والعناد والبغی والفساد۔

بسملہ، تحمید اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود کے بعد، جو کچھ حضرت علامہ فہامہ نے کہا وہ واضح حق، مثبت وصحیح، لائقِ اعتماد واستناد ہے اور اس کا خلاف مشکل ہے، اور سوائے گمراہ، ہٹ دھرم، باغی اور فسادی کے کوئی اس کا انکار نہیں کرسکتا۔ (ت)

کتبہ خویدم الطلبہ ابوالاصفیا محمد عبدالواحد خاں رامپوری بہاری عفا عنہ

(۲) من کان من زمرۃ محمد بن عبدالوھاب ممن یتھمون عامۃ امۃ مرحومۃ بالشرك والکفر علی زعمھم الفاسد وفھمھم الکاسد فھو من الزنادقۃ والملاحدۃ و لایجوز بہ المناکحۃ والمخالطۃ و کذلك من کان من الغیر المقلدین من یرکن الی المجسمیۃ والمشبھیۃ والرافضۃ فی السوء۔

جو امتِ مرحومہ کو اپنے زعم فاسد اور فہم کاسد کی بناء پر شرک وکفر کے ساتھ متہم کرنے والے محمد بن عبدالوہاب کے گروہ سے تعلق رکھنے والا شخص زندیق وملحد ہے اس کے ساتھ نکاح اور میل جول ناجائز ہے، اور یہی حکم اس شخص کا بھی ہے جو غیر مقلدین میں سے اور مجسمیہ، مشبہیہ اور روافض کی طرف میلان رکھتا ہو۔ (ت)

حررہ محمد یوسف بہاری

(۳) اصاب من اجاب جزی اللہ المحقق المدقق وحامی السنۃ وماحی البدعۃ مولانا منتظم التحفۃ خیر

مجیب نے درست جواب دیا۔ محقق، مدقق، سنّت کے حامی، بدعت کو مٹانے والے، ہمارے سردار اور تحفہ حنفیہ کے منتظم کو اللہ تعالٰی

الجزاء ۔ واللہ اعلم بالصواب و الیہ المرجع والمآب ۔

بہترین جزا عطا فرمائے ۔ اللہ تعالے خوب جانتا ہے اور اسی کی طرف ہی لوٹنا ہے (ت)

جناب مولانا حکیم (ابوالبرکات) استھانوی بہاری

(۴) حامدا ومصلیا قد صح ما فی ھذہ الفتوی کیف لا وھی مملوۃ من الروایات الفقھیۃ المعتبرۃ والاحادیث الصحیحۃ فالمجیب مصیب بلا امتراء جزاہ اللہ سبحنہ بفضلہ الاوفی خیر الجزاء حیث صرف ھمۃ العلیا و بذل جھدہ بالنھج الاعلی فی رد الکلمات السفلی من اجاب فقد اصاب ودونہ خرط القتاد ، واللہ اعلم بالصواب فقط ۔

اللہ تعالی کی حمد کرتے اور نبی کریم پر درود بھیجتے ہوئے کہتا ہوں کہ جو کچھ اس فتوی میں ہے درست ہے کیسے نہ ہو جبکہ یہ فتوی معتبر فقہی روایات اور صحیح احادیث سے لبریز ہے اور مجیب بلاشبہہ مصیب ہے ۔ اللہ تعالے اپنے بے انتہا فضل سے مجیب کو جزائے خیر عطا فرمائے جس نے کلمات سفلی کے رد میں اپنی بلند ہمتی اور سعی بلیغ کو کامل طریقے سے بروئے کار لایا ۔ مجیب نے درست کہا جس کے خلاف کہنا مشکل و ناممکن ہے واللہ تعالے اعلم بالصواب فقط ۔ (ت)

حررہ خویدم الطلبۃ الراجی الی رحمۃ ربہ المنان السید محمد سلیمان اشرف البھاری المرادی عفی عنہ

(۵) حامدا ومصلیا ، الجواب حق فماذا بعد الحق الا الضلال ۔

اللہ تعالی کی حمد کرتے اور نبی اقدس پر درود بھیجتے ہوئے کہتا ہوں کہ جواب حق ہے اور حق کے بعد سوائے گمراہی کے کچھ نہیں ۔ (ت)

کتبہ خادم الطلبہ خاکسار سید ناظر حسین بہاری المرادی

فتوائے علمائے بدایوں

(۱) المجیب مصیب (جواب درست ہے ۔ ت)

محب الرسول عبدالقادر قادری

(۲) لاریب فیہ (اس میں کوئی شک نہیں ۔ ت)

مطیع الرسول محمد عبدالمقتدر قادری

(۳) الجواب صحیحٌ (جواب صحیح ہے ۔ ت)

محمد عبدالقیوم قادری

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

الحمد للہ الذی لم یرتض الطیبات الا للطیبین الاخیار وترك الخبیثین للخبیثات الاقذار والصلوٰۃ والسلام علی من امرنا بالتجنب عن کلاب النار وعلٰی اٰلہ وصحبہ الشاھرین سیوفھم علی رؤس المبتدعین الفجار۔

اُس اللہ تعالٰی کے لیے حمد ہے جس نے طیبات کو صرف طیب لوگوں کے لیے منتخب فرمایا اور خبیث خبیث لوگوں کیلئے چھوڑ رکھا ہے اور صلوٰۃ وسلام اس پر جس نے ہمیں جہنم کے کتوں سے بچنے کا حکم فرمایا ہے اور آپ کے آل و اصحاب پر جو بدعتی فاجر لوگوں پر اپنی تلواریں لہرا رہے ہیں۔ (ت)

فی الواقع صورت مستفسرہ میں وہ نکاح یا تو شرعاً محض باطل وزنا ہے یا ممنوع وگناہ۔ سائل سنّی صاحب معاملہ سُنّی وسنیہ، برادرانِ سنّت ہی سے خطاب ہے اور انھیں کو حکم شرع سے اطلاع دینی مقصود کہ ایک ذرا بنگاہِ غور ملاحظہ فرمائیں، اگر دلیل شرعی سے یہ احکام ظاہر ہوجائیں تو سنّی بھائیوں سے توقع کہ نہ صرف زبانی قبول بلکہ ہمیشہ اسی پر عمل فرمائیں گے اور اپنی کریمہ عزیزہ بنات واخوات کو ہلاک وابتلا اور دین وناموس میں گرفتاری بلا سے بچائیں گے وباللہ التوفیق۔ وہابی ہو یا رافضی جو بدمذہب عقاید کفریہ رکھتا ہے جیسے ختم نبوت حضور پر نور خاتم النبیین صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا انکار یا قرآن عظیم میں نقص ودخل بشری کا اقرار، تو اس سے نکاح باجماع مسلمین بالقطع والیقین باطل محض وزنائے صرف ہے اگرچہ صورت صورت سوال کی عکس ہو یعنی سُنّی مرد ایسی عورت کو نکاح میں لانا چاہے کہ مدعیان اسلام میں جو عقائد کفریہ رکھیں ان کا حکم مثل مرتد ہے کما حققنا فی المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ المکفرۃ (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ "المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ والمکفرۃ" میں تحقیق کی ہے۔ ت) ظہیریہ وہندیہ وحدیقہ ندیہ وغیرہا میں ہے: احکامھم مثل احکام المرتدین[1] (ان کے احکام مرتدین والے ہیں۔ ت) اور مرتد مرد خواہ عورت کا نکاح تمام عالم میں کسی عورت ومرد مسلم یا کافر مرتد یا اصلی کسی سے نہیں ہوسکتا۔ خانیہ وہندیہ وغیرہما میں ہے:

واللفظ للاخیرۃ لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلك لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط[2]۔

دوسری کے الفاظ یہ ہیں مرتد کے لیے کسی عورت، مسلمان، کافرہ یا مرتدہ سے نکاح جائز نہیں، اور یونہی مرتدہ عورت کا کسی بھی شخص سے نکاح جائز نہیں، جیسا کہ مبسوط میں ہے۔ (ت)

---

[1] حدیقہ ندیہ الاستخفاف بالشریعۃ کفر مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۳۰۵

[2] فتاوٰی ہندیہ القسم السابع المحرمات بالشرک کتاب النکاح نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸۲

اور اگر ایسے عقائد خود نہیں رکھتا مگر کبرائے وہابیہ یا مجتہدین روافض خذلہم اللہ تعالٰی کہ وُہ عقاید رکھتے ہیں انھیں امام وپیشوا یا مسلمان ہی مانتا ہے تو بھی یقیناً اجماعاً خود کافر ہے کہ جس طرح ضروریاتِ دین کا انکار کفر ہے یونہی اُن کے منکر کو کافر نہ جاننا بھی کفر ہے۔ وجیز امام کردری و درمختار و شفائے امام قاضی عیاض وغیرہا میں ہے:

واللفظ للشفاء مختصرًا اجمع العلماء ان من شك فی کفرہ وعذابه فقد کفر[1] — شفاء کے الفاظ اختصاراً یہ ہیں، علماء کا اجماع ہے کہ جو اس کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ کافر ہے۔ (ت)

اور اگر اس سے بھی خالی ہے ایسے عقائد والوں کو اگرچہ اس کے پیشوایانِ طائفہ ہوں صاف صاف کافر مانتا ہے (اگرچہ بدمذہبوں سے اس کی توقع بہت ہی ضعیف اور تجربہ اس کے خلاف پر شاہد قوی ہے) تو اب تیسرا درجہ کفریاتِ لزومیہ کا آئے گا کہ ان طوائف ضالہ کے عقائد باطلہ میں بکثرت ہیں جن کا شافی ووافی بیان فقیر کے رسالہ الکوکبۃ الشہابیۃ فی کفریات ابی الوھابیۃ (۱۳۱۲ھ) میں ہے اور بقدر کافی رسالہ سل السیوف الھندیۃ علی کفریات باباالنجدیۃ (۱۳۱۲ھ) میں مذکور، اور اگر کچھ نہ ہو تو تقلیدِ ائمہ کو شرک اور مقلدین کو مشرک کہنا ان حضرات کا مشہور ومعروف عقیدۂ ضلالت ہے یونہی معاملات انبیاء واولیاء و اموات واحیاء کے متعلق صدہا باتوں میں ادنٰی ادنٰی بات ممنوع یا مکروہ بلکہ مباحات ومستحبات پر جابجا حکمِ شرک لگا دینا خاص اصل الاصول وہابیت ہے جن سے اُن کے دفاتر بھرے پڑے ہیں، کیا یہ امور مخفی ومستور ہیں، کیا اُن کی کتابوں زبانوں رسالوں بیانوں میں کچھ کمی کے ساتھ مذکور ہیں، کیا ہر سنّی عالم وعامی اس سے آگاہ نہیں کہ وُہ اپنے آپ کو موحد اور مسلمانوں کو معاذ اللہ مشرک کہتے ہیں آج سے نہیں شروع سے ان کا خلاصۂ اعتقاد یہی ہے کہ جو وہابی نہ ہو سب مشرک۔ ردالمحتار میں اسی گروہ وہابیہ کے بیان میں ہے:

اعتقدوا انھم ھم المسلمون وان من خالف اعتقادھم مشرکون[2] — ان کا اعتقاد یہ ہے کہ وہی مسلمان ہیں اور جو عقیدہ میں ان کے خلاف ہو وُہ مشرک ہے۔ (ت)

فقیر نے رسالہ النھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید (۱۳۰۵ھ) میں واضح کیا کہ خاص مسئلۂ تقلید میں ان کے مذہب پر گیارہ سو برس کے ائمہ دین وعلمائے کاملین واولیائے عارفین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین معاذ اللہ سب مشرکین قرار پاتے ہیں خصوصاً وُہ جماہیر ائمہ کرام وساداتِ اسلام وعلمائے اعلام جو تقلید شخصی پر سخت شدید تاکید فرماتے اور اس کے خلاف کو منکر وشنیع وباطل وقطیع

---

[1] کتاب الشفاء — القسم الرابع — الباب الاول — دارسعادت بیروت — ۲/۲۰۸
درمختار — کتاب الجہاد — باب المرتد — مجتبائی دہلی — ۱/۳۵۶

[2] ردالمحتار — باب البغاۃ — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۲/۳۱۱

بتاتے رہے جیسے امام حجۃ الاسلام محمد غزالی و امام برہان الدین صاحب ہدایہ و امام احمد ابوبکر جوزجانی وامام کیا ہراسی و امام ابن سمعانی و امام اجل امام الحرمین و صاحبان خلاصہ و ایضاح و جامع الرموز و بحرالرائق و نہرالفائق و تنویرالابصار و درمختار و فتاوٰی خیریہ و غمز العیون و جواہر اخلاطی و ملتقیہ و سراجیہ و مصفٰی و جواہر و تتارخانیہ و مجمع و کشف و عالمگیریہ و مولانا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی و جناب شیخ مجدد الف ثانی وغیرہم ہزاروں اکابر کے ایمان کا تو کہیں پتا ہی نہیں رہتا اور مسلمان تو نرے مشرک بنتے ہیں یہ حضرات مشرک گرٹھہرتے ہیں والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالٰی، اور جمہور ائمہ کرام فقہائے اعلام کا مذہب صحیح و معتمد و مفتی بہ یہی ہے کہ جو کسی ایک مسلمان کو بھی کافر اعتقاد کرے خود کافر ہے۔ ذخیرہ و بزازیہ و فصول عمادی و فتاوٰی قاضی خاں و جامع الفصولین و خزانۃ المفتین و جامع الرموز و شرح نقایہ برجندی و شرح وہبانیہ و نہرالفائق و درمختار و مجمع الانہر و احکام علی الدرر و حدیقہ ندیہ و عالمگیری و ردالمحتار وغیرہا عامہ کتب میں اس کی تصریحات واضحہ ہیں کتب کثیرہ میں اسے فرمایا: المختار للفتوٰی[1] (فتوٰی کے لئے مختار ہے۔ت) شرح تنویر میں فرمایا، بہ یفتی[2] (اسی پر فتوٰی دیا جاتا ہے۔ت) یہ افادہ تصحیحات اُس قول اطلاق کے مقابل ہیں کہ مسلمانوں کو کافر کہنے والا مطلقاً کافر اگرچہ محض بطور دشنام کہے نہ ازراہ اعتقاد۔ جامع الفصولین میں ہے:

قال لغیرہ یاکافر قال الفقیہ الاعمش البلخی کفرالقائل وقال غیرہ من مشائخ بلخ لایکفر فاتفقت ھذہ المسألۃ ببخاری اذاجاب بعض ائمۃ بخاری انہ کفر فرجع الجواب الی بلخ فمن افتی بخلاف الفقیہ الاعمش رجع الی قولہ وینبغی ان لایکفر علٰی قول ابی اللیث وبعض ائمۃ بخاری والمختار للفتوٰی فی جنس ھذہ المسائل ان قائل ھذہ المقالات لواراد الشتم ولایعتقد کافرا لایکفر ولو

کسی نے غیر کو کہا "اے کافر" تو امام اعمش فقیہ بلخی نے فرمایا وہ کافر ہوگیا اور ان کے علاوہ دیگر مشائخ نے فرمایا: وہ کافر نہ ہوگا، اور یہی مسئلہ بخارٰی میں پیش آیا تو بخاری کے بعض ائمہ نے فرمایا: وہ کافر ہوگیا۔ جب یہ جواب بلخ پہنچا تو جن لوگوں نے امام اعمش فقیہ کے خلاف فتوٰی دیا تھا انھوں نے رجوع کرکے اعمش کے قول سے اتفاق کرلیا اور ابواللیث اور بخاری کے بعض ائمہ کے نزدیک کافر نہ کہنا مناسب ہے جبکہ اس قسم کے مسائل میں فتوٰی یہ ہے کہ مسلمان کو کافر کہنے والے نے اگر گالی مراد لی ہو اور کفر مراد نہ لیا تو کافر نہ ہوگا، اور اگر اس نے

---

[1] جامع الفصولین — فی مسائل کلمات الکفر — اسلامی کتب خانہ کراچی — ۲/ ۳۱۱
[2] درمختار — باب التعزیر — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/ ۳۲۷

اعتقد کافر اکفر[1] اھ باختصار۔ کفر کا اعتقاد کیا تو وہ کافر ہے اھ اختصاراً (ت)

تو فقہائے کرام کے قول مطلق وحکم مفتی بہ دونوں کے رو سے بالاتفاق ان پر حکم کفر ثابت، اور یہی حکم ظواہر احادیث صحیحہ جلیلہ سے مستفاد صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہما میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایما امرئ قال لاخیہ کافر فقد باء بہا احدھما[2] ان کان کما قال والا رجعت الیہ[3]۔ جو کسی کلمہ گو کو کافر کہے ان دونوں میں ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی، اگر جسے کہا وہ فی الحقیقۃ کافر ہے تو خیر، ورنہ یہ کفر کا حکم اسی قائل پر پلٹ آئے گا۔ (ت)

نیز صحیحین وغیرہما میں حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث سے ہے:

لیس من دعا رجلا بالکفر او قال عدو اللہ ولیس کذلک الاحار علیہ[4]۔ جو کسی کو کفر پر پکارے یا خدا کا دشمن بتائے اور وہ ایسا نہ ہو تو اس کا یہ قول اسی پر پلٹ آئے۔

طرفہ یہ کہ ان حضرات کو ظواہر احادیث ہی پر عمل کرنے کا بڑا دعوٰی ہے، تو ثابت ہوا کہ حدیث وفقہ دونوں کے حکم سے مسلمان کی تکفیر کرنے والے پر حکم کفر لازم، نہ کہ لاکھوں کروڑوں ائمہ واولیا وعلماء کی معاذ اللہ تکفیر ان صاحبوں کا خلاصہ مذہب ابھی رد المحتار سے منقول ہوا کہ جو وہابی نہیں سب کو مشرک مانتے ہیں اسی بنا پر علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی نے انھیں خوارج میں داخل فرمایا اور وجیز کردری میں ارشاد ہے:

یجب اکفار الخوارج فی اکفارھم جمیع الامۃ سواھم[5]۔ خوارج کو کافر کہنا واجب ہے اس بنا پر کہ وہ اپنے ہم مذہب کے سوا سب کو کافر کہتے ہیں۔

لاجرم الدرر السنیۃ فی الرد علی الوہابیۃ میں فرمایا:

ھٰؤلاء الملاحدۃ المکفرۃ للمسلمین[6]۔ یعنی یہ وہابی ملحد بے دین کہ مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں۔

---

[1] جامع الفصولین فی مسائل کلمات الکفر اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۱

[2] صحیح البخاری باب من اکفر اخاہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۱

[3] صحیح مسلم باب بیان حال ایمان من قال اخیہ المسلم یا کافر " " ۱/ ۵۷

[4] " " " " " " "

[5] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیۃ نوع فیما یتصل بہا مما یجب اکفارہ الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۳۱۸

[6] الدرر السنیۃ فی الرد علی الوہابیۃ المکتبۃ الحقیقۃ استنبول ترکی ص ۳۸

پھر یہ بھی ان کے صرف ایک مسئلہ ترکِ تقلید کی رُو سے ہے باقی مسائل متعلقہ انبیاء و اولیاء وغیرہم میں ان کے شرک کی اُونچی اُڑانیں دیکھئے۔ فقیر نے رسالہ اکمال الطامۃ علیٰ شرک سوی بالامور العامۃ میں کلام الٰہی کی ساٹھ آیتوں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تین سو حدیثوں سے ثابت کیا ہے کہ ان کے مذہب نامہذب پر نہ صرف اُمّتِ مرحومہ بلکہ انبیائے کرام و ملائکہ عظام و خود حضور پُرنور سیّد الانام علیہ وعلیہم افضل الصلاۃ والسلام حتیٰ کہ خود رب العزۃ جل وعلا تک کوئی بھی شرک سے محفوظ نہیں ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلیّ العظیم، پھر ایسے مذہب ناپاک کے کفریات واضح ہونے میں کون مسلمان تامل کرسکتا ہے، پھر یہ عقاید باطلہ و مقالات زائغہ جب ان حضرات کے اصول مذہب ہیں تو کسی وہابی صاحب کا ان سے خالی ہونا کیونکر معقول، یہ ایسا ہوگا جس طرح کچھ روافض کو کہا جائے تبرّا و تفضیل سے پاک ہیں اور بالفرض تسلیم بھی کرلیں کہ کوئی وہابی صاحب کسی جگہ کسی مصلحت سے ان تمام عقائد مردودہ و اقوال مطرودہ سے تحاشی بھی کریں یا بالفرض غلط فی الواقع ان سے خالی ہوں تو یہ کیونکر متصور کہ ان کے اگلے پچھلے چھوٹے بڑے مصنف مؤلف واعظ مکلب نجدی دہلوی بنگالی بھوپالی وغیرہم جن کے کلام میں اُن اباطیل کی تصریحات ہیں یہ صاحب ان سب کے کفر یا اقل درجہ لزوم کفر کا اقرار کریں کیا دنیا میں کوئی وہابی ایسا نکلے گا کہ اپنے اگلے پچھلوں پیشواؤں ہم مذہبوں سب کے کفر و لزوم کفر کا مقر ہو اور جتنے احکام باطلہ سے کتاب التوحید و تقویۃ الایمان و صراط مستقیم و تنویر العینین و تصانیف بھوپالی و سورج گڑھی و بٹالوی وغیرہم میں مسلمانوں پر حکم شرک لگایا جو معاذ اللہ خدا و رسول و انبیاء و ملائکہ سب تک پہنچا اُن سب کو کفر کہہ دے حاشا للہ ہرگز نہیں، بلکہ قطعاً انھیں اچھا جانتے امام و پیشوا و صلحائے علما مانتے اور اُن کے کلمات و اقوال کو بامعنیٰ و مقبول سمجھتے اور اُن پر رضا رکھتے ہیں اور خود کفریات بکنا یا کفریات پر راضی ہونا بُرا نہ جاننا اُن کے لیے معنی صحیح ماننا سب کا ایک ہی حکم ہے، اعلام بقواطع الاسلام میں ہمارے علمائے اعلام سے ان امور کے بیان میں جو بالاتفاق کفر ہیں نقل فرمایا:

من تلفظ بلفظ کفر یکفر وکذا کل من ضحک علیہ او استحسنہ او رضی بہ یکفر[1]

جس نے کفریہ کلمہ بولا اس کو کافر قرار دیا جائے گا، یونہی جس نے اس کلمہ کفریہ پر ہنسی کی یا اس کی تحسین کی اور اس پر راضی ہوا اس کو بھی کافر قرار دیا جائیگا۔ (ت)

---

[1] اعلام بقواطع الاسلام ملحق بسبل النجاۃ مطبعہ حقیقۃ۔ استانبول ترکی ص ۳۶۶

بحرالرائق میں ہے :

من حسن کلام اھل الاھواء وقال معنوی اوکلام لہ معنی صحیح ان کان ذلك کفرا من القائل کفر المحسن[1]

جس نے بے دینی کی بات کو سراہا یا با مقصد قرار دیا، یا اس کے معنی کو صحیح قرار دیا تو اگر یہ کلمہ کفر ہو تو اس کا قائل کافر ہوگا اور اس کی تحسین کرنے والا بھی۔(ت)

تو دُنیا کے پردے پر کوئی وہابی ایسا نہ ہوگا جس پر فقہائے کرام کے ارشادات سے کفر لازم نہ ہو اور نکاح کا جواز وعدم جواز نہیں مگر ایک مسئلہ فقہی، تو یہاں حکم فقہا یہی ہوگا کہ ان سے مناکحت اصلاً جائز نہیں خواہ مرد وہابی ہو یا عورت وہابیہ اور مرد سُنّی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ہم اس باب میں قول متکلمین اختیار کرتے ہیں اور ان میں جو کسی ضروری دین کا منکر نہیں نہ ضروری دین کے کسی منکر کو مسلمان کہتا ہے اُسے کافر نہیں کہتے مگر یہ صرف برائے احتیاط ہے، دربارۂ تکفیر حتی الامکان احتیاط اسی میں ہے کہ سکوت کیجئے، مگر وہی احتیاط جو وہاں مانع تکفیر ہوئی تھی یہاں مانع نکاح ہوگی کہ جب جمہور فقہائے کرام کے حکم سے ان پر کفر لازم تو ان سے مناکحت زنا ہے تو یہاں احتیاط اسی میں ہے کہ اس سے دُور رہیں اور مسلمانوں کو باز رکھیں، فلہ انصاف کسی سُنّی صحیح العقیدہ معتقد فقہائے کرام کا قلب سلیم گوارا کرے گا کہ اس کی کوئی عزیزہ کریمہ ایسی بلا میں مبتلا ہو جسے فقہائے کرام عمر بھر کا زنا بتائیں، تکفیر سے سکوت زبان کے لیے احتیاط تھی اور اس نکاح سے احتراز فرج کے واسطے احتیاط ہے یہ کونسی شرع ہے کہ زبان کے باب میں احتیاط کیجئے اور فرج کے بارے میں بے احتیاطی، انصاف کیجئے تو بنظر واقع حکم اسی قدر سے منقح ہولیا کہ نفس الامر میں کوئی وہابی ان خرافات سے خالی نہ نکلے گا اور احکام فقہیہ میں واقعات ہی کا لحاظ ہوتا ہے نہ احتمالات غیر واقعیہ کا،

بل صرحوا ان احکام الفقہ تجری علی الغالب من دون نظر الی النادر۔

بلکہ انھوں نے تصریح کی ہے کہ فقہی احکام کا مدار غالب امور بنتے ہیں، نادر امور پیش نظر نہیں ہوتے (ت)

اور اگر اس سے تجاوز کرکے کوئی وہابی ایسا فرض کیجئے جو خود بھی ان تمام کفریات سے خالی ہو اور اُن کے قائلین جملہ وہابیہ سابقین ولاحقین سب کو گمراہ و بدمذہب مانتا بلکہ بالفرض قائلان کفریات مانتا اور لازم الکفر ہی جانتا ہو اُس کی وہابیت صرف اسی قدر ہو کہ باوصف عامیت تقلید ضروری نہ جانے اور بے صلاحیت اجتہاد پیروی مجتہدین چھوڑ کر خود قرآن وحدیث سے اخذ احکام روا مانے تو اس قدر میں شک نہیں کہ یہ فرضی شخص بھی آیہ کریمہ قطعیہ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون[2] (اگر نہیں جانتے تو اہل ذکر (علماء) سے پوچھو۔ت)

---

[1] بحرالرائق باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/۱۲۴

[2] القرآن ۱۶/ ۴۳

اور اجماع قطعی تمام ائمہ سلف وخلف کا مخالف ہے یہ اگر بطور فقہاء لزوم کفر سے بچ بھی گیا تو خارق اجماع و متبع غیر سبیل المومنین وگمراہ و بددین ہونے میں کلام نہیں ہوسکتا جس طرح متکلمین کے نزدیک دو قسم پیشین کافر بالیقین کے سوا باقی جمیع اقسام کے وہابیہ، اب اگر عورت سُنّیہ بالغہ اپنا نکاح کسی ایسے شخص سے کرے اور اس کا ولی پیش از نکاح اس شخص کی بدمذہبی پر آگاہ ہوکر صراحۃً اس سے نکاح کیے جانے کی رضامندی ظاہر نہ کرے خواہ یوں کہ اُسے اس کی بدمذہبی پر اطلاع ہی نہ ہو یا نکاح سے پہلے اس قصد کی خبر نہ ہوتی یا بدمذہب جانا اور اس ارادہ پر مطلع بھی ہُوا مگر سکوت کیا صاف رضا کا مظہر نہ ہوا، یا عورت نابالغہ ہو اور ولی مزوج اب وجد کے سوا یا اب وجد ایسے جو اس سے پہلے اپنی ولایت سے کوئی تزویج کسی غیر کفو سے کرچکے ہوں یا وقت تزویج نشے میں ہوں ان سب صورتوں میں یہ بھی نکاح باطل و زنائے خالص ہوگا کہ بدمذہب کسی سنیہ بنت سنّی کا کفو نہیں ہوسکتا اور غیر کفو کے ساتھ تزویج میں یہی احکام مذکورہ ہیں، درمختار میں ہے:

الکفاءۃ تعتبر فی العرب والعجم دیانۃ ای تقوی فلیس فاسق کفو الصالحۃ نہر[1]

عربی اور عجمی لوگوں کے کفو میں دیانت اور تقوٰی کا اعتبار ہے تو فاسق شخص نیک عورت کا کفو نہ ہوگا، نہر (ت)

غنیہ میں ہے:

المبتدع فاسق من حیث الاعتقاد وھو اشد من الفسق من حیث العمل[2]

اعتقادی فاسق، عملی فاسق سے زیادہ بُرا ہے (ت)

تنویر الابصار و شرح علائی میں ہے:

لزم النکاح بغیر کفو ان المزوج ابا وجدا لم یعرف منھما سوء الاختیار وان عرف لایصح النکاح اتفاقا وکذا لو سکران بحر وان المزوج غیرھما لایصح النکاح من غیر کفو اصلا[3]

اگر باپ یا دادا نے نکاح کیا تو غیر کفو میں بھی یہ نکاح لازم ہوگا بشرطیکہ باپ اور دادا نے اس سے قبل اختیار کو غلط استعمال نہ کیا ہو، اور اگر وہ غلط اختیار استعمال کرچکا ہو تو بالاتفاق یہ نکاح صحیح نہ ہوگا، اور اگر باپ یا دادا نشے میں ہوں تب بھی بالاتفاق نکاح صحیح نہ ہوگا (بحر) اور نکاح والد اور دادا نے نہ کیا تو غیر کفو میں نکاح صحیح نہ ہوگا۔ (ت)

---

[1] درمختار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۵

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۴

[3] درمختار شرح تنویر الابصار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۲

اُنھی میں ہے :

نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان فلا تحل مطلقۃ ثلثا نکحت غیر کفو بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ فلیحفظ۔[1]

عاقلہ بالغہ نے ولی کی رضا کے بغیر نکاح کیا تو نکاح نافذ ہوگا اور غیر کفو میں عدم جواز کا فتوٰی دیا جائیگا اور یہی فتوی کیلئے مختار ہے کیونکہ زمانہ میں فساد آگیا ہے، تو مطلقہ ثلاثہ بھی اگر ولی کی رضا کے بغیر غیر کفو میں نکاح کرے تو پہلے خاوند کے لیے حلال نہ ہوگی جبکہ ولی کو یہ معلوم ہو کر وہ غیر کفو ہے، یاد رکھو۔ (ت)

رد المحتار میں ہے :

لایلزم التصریح بعدم الرضا بل السکوت منہ لایکون رضی وقولہ بلا رضی یصدق بنفی الرضی بعد المعرفۃ وبعدمھا وبوجود الرضی مع عدم المعرفۃ ففی ھذہ الصور الثلثۃ لا تحل وانما تحل فی الصورۃ الرابعۃ وھی رضی الولی بغیر الکفؤ مع علمہ بانہ کذلک اھ ح اھ الکل مختصرا۔[2]

ولی کو اپنی عدم رضا مندی کے اظہار کے لیے تصریح ضروری نہیں ہے بلکہ اس بارے میں اس کا خاموش رہنا ہی عدم رضا ہے، اس کے قول "بغیر رضا" کا مصداق کفو غیر کفو کے علم کے بعد اور اسی طرح علم کے بغیر رضا کی نفی اور غیر کفو کا علم نہ ہونے پر رضا مندی، ان تین صورتوں میں حلال نہ ہوگی، صرف چوتھی صورت میں حلال ہے اور وہ یہ ہے کہ ولی کو غیر کفو کا علم ہو اور اس کے باوجود وہ نکاح پر راضی ہو اھ ح تمام اختصاراً (ت)

اس تقریر منیر سے اس شبہہ کا ایک جواب حاصل ہُوا جو یہاں بعض اذہان میں گزرتا ہے کہ جب اہل کتاب سے مناکحت جائز ہے تو مبتدعین اُن سے گئے گزرے، غیر مقلد مسلم ہے پھر نکاح مسلم و مسلمہ میں کیا توقف، اہل کتاب سے مناکحت کے کیا معنے، آیا یہ کہ زن مسلمہ کا کتابی کافر کے ساتھ نکاح حاش للہ یہ قطعاً اجماعاً اخبث حرام اور لاکھ زنا سے بدتر زنا ہے یا یہ کہ مسلمان مرد کا کتابیہ کافرہ کو اپنے نکاح میں لانا، اس کے جواز و عدم جواز سے ہم ان شاء اللہ تعالٰی عن قریب بحث کریں گے یہاں اسی قدر کافی ہے کہ مسئلہ دائرہ میں عورت سنیہ اور مرد وہابی کے نکاح سے بحث ہے، عورت کا مرد پر قیاس کیونکر صحیح، آخر وہ کیا فرق تھا جس کے لیے شرع مطہر نے کتابی سے مسلمہ کا نکاح زنا مانا اور مسلم کا کتابیہ سے صحیح جانا، اگر مسلمان مرد کسی کافرہ کو اپنے تصرف میں لاسکے تو کیا ضرور ہے

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار | باب الولی | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۹۱

[2] رد المحتار | " | دار احیاء التراث العربی بیروت | ۲/۲۹۷

کہ سنیہ عورت بھی بد مذہب کے تصرف میں جاسکے، عورت کے لیے کفاءتِ مرد بالاجماع ملحوظ جس کی بنا پر احکام مذکورہ متفرع ہُوئے اور مرد بالغ کے حق میں کفاءتِ زن کا کچھ اعتبار نہیں کہ دناءتِ فراش وجہ غیظ مستفرش نہیں ہوتی،

فی الدرالمختار الکفاءۃ معتبرۃ من جانب الرجل لان الشریفۃ تابی ان تکون فراشاللدنی و لاتعتبر من جانبہا لان الزوج مستفرش فلاتغیظہ دناءۃ الفراش[1] ملخصًا

درمختار میں ہے کہ کفو مرد کی طرف سے معتبر ہے کیونکہ شریف عورت، حقیر مرد کی بیوی بننے سے انکاری ہوتی ہے اور عورت کی طرف سے مرد کیلئے ہم کفو ہونا معتبر نہیں ہے کیونکہ خاوند تو بیوی بنالیتا ہے خواہ عورت ادنیٰ ہو، وہ اس وجہ سے عار نہیں پاتا، ملخصًا (ت)

وہابی تو بدمذہب گمراہ ہے اگر کوئی زن شریفہ بے رضائے صریح ولی بوجہ مذکور کسی سنی صحیح العقیدہ صالح حائک سے نکاح کرلے یا ولی غیر اَب وجَد اپنی صغیرہ کو کسی ایسے سے بیاہ دے تو ناجائز و باطل ہوگا یا نہیں، ضرور باطل ہے پھر یہ سُنی صالح کیا ان سے بھی گیا گزرا، اور نکاح مسلم و مسلمہ میں کیوں بطلان کا حکم ہوا، ھذا ولنرجع الی ماکنا فیہ (اس کو محفوظ کرو اور ہمیں اپنی بحث کی طرف لوٹنا چاہیے۔ت) یہ صورتیں بطلان نکاح بوجہ عدم کفاءت کی تھیں اور اگر ان کے سوا وُہ صورت ہو جہاں عدم کفاءت مانع صحت نہیں تو پہلے اتنا سمجھ لیجئے کہ عرف فقہ میں جواز دو معنی پر مستعمل، ایک بمعنی صحت اور عقود میں یہی زیادہ متعارف، یہ عقد جائز ہے یعنی صحیح مثمر ثمرات مثل افادۂ ملک متعہ یا ملک یمین یا ملک منافع ہے اگرچہ ممنوع و گناہ ہو جیسے بیع وقت اذان جمعہ۔ دوسرے بمعنی حلت اور افعال میں یہی زیادہ مروج، یہ کام جائز ہے یعنی حلال ہے، حرام نہیں، گناہ نہیں، ممانعتِ شرعیہ نہیں۔ بحرالرائق کتاب الطہارۃ بیان میاہ میں ہے:

المشائخ تارۃ یطلقون الجواز بمعنی الحل وتارۃ بمعنی الصحۃ وھی لازمۃ للاول من غیر عکس والغالب ارادۃ الاول فی الافعال والثانی فی العقود[2]

مشائخ لفظ "جواز" کو کبھی حلال ہونے کے معنیٰ میں اور کبھی صحیح ہونے کے معنیٰ میں استعمال کرتے ہیں جبکہ صحیح ہونا حلال ہونے کو لازم ہے، غالب طور پر افعال میں حلال ہونے اور عقود میں صحیح ہونے کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے (ت)

اسی طرح علامہ سید احمد مصری نے حاشیہ در میں نقل کیا اور مقرر رکھا۔ درمختار میں ہے:

---

[1] درمختار | باب الکفاءۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۹۴

[2] بحرالرائق | کتاب الطہارۃ | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۱/۶۶

یجوز رفع الحدث بما ذکر الخ[1] (مذکورہ چیز کے ساتھ حدث کو ختم کرنا جائز ہے الخ۔ ت)

اس پر ردالمحتار میں کہا:

یجوز ای یصح وان لم یحل فی نحو الماء المغصوب وھو اولی ھنا من ارادۃ الحل وان کان الغالب ارادۃ الاول فی العقود و الثانی فی الافعال[2]

یجوز یعنی یصح، اگرچہ حلال نہ ہو۔ مثلاً غصب شدہ پانی کے ساتھ، اور یہی معنی یہاں بہتر ہے بجائیکہ حلال والا معنی مراد لیا جائے اگرچہ صحیح غالب طور پر عقود میں اور حلال افعال میں استعمال ہوتا ہے۔ (ت)

درمختار کتاب الاشربہ میں ہے:

صح بیع غیر الخمر مامر ومفادہ صحۃ بیع الحشیشۃ والافیون قلت وقد سئل ابن نجیم عن بیع الحشیشۃ ھل یجوز فکتب لایجوز فیحمل علی ان مرادہ بعدم الجواز عدم الحل[3]

مذکورہ چیزوں میں سے غیر خمر کی بیع صحیح ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ حشیش اور افیون کی بیع صحیح ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ابن نجیم سے حشیش کی بیع کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ جائز ہے تو انھوں نے جواب میں لکھا لایجوز۔ ان کا مقصد عدم جواز سے عدم حل ہے (ت)

بالجملہ جواز کے یہ دونوں اطلاق شائع وذائع ہیں اور ان کے سوا اور اطلاقات بھی ہیں جن کی تفصیل سے

ع‍ فقد یطلق بمعنی النفاذ کما قال فی کفاءۃ التنویر امرہ بتزویج امرأۃ فزوجہ امۃ جاز ای نفذ لان الکلام ثمہ فی النفاذ لا فی الجواز[4] افادہ السادات الثلثۃ المحشون ح ط ش[5]

اور کبھی جواز کا اطلاق "نفاذ" پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ تنویر کے کفاءۃ کے باب میں ہے، اگر کسی نے دوسرے کو کہا کہ کسی عورت سے میرا نکاح کر دے تو اس نے لونڈی سے نکاح کر دیا تو جائز ہے یعنی نافذ ہے کیونکہ یہاں نفاذ میں بات ہورہی ہے جواز میں بحث نہیں (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] درمختار	کتاب الطہارۃ	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۳۵
[2] ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۱/۱۲۳
[3] درمختار	کتاب الاشربہ	مطبع مجتبائی دہلی	۲/۲۶۰
[4] "	باب الکفاءۃ	"	۱/۱۹۵
[5] ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۳۲۵

یہاں بحث نہیں، اب اس صورت خاصہ میں جواز بمعنی صحت ضرور ہے یعنی نکاح کردیں تو ہوجائے گا اور حل بمعنی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

وھو اخص من وجہ من الصحۃ والحل جمیعا فقد ینفذ عقد ولا یصح ولا یحل کالبیع عند اذان الجمعۃ الٰی اجل مجھول وقد یصح ویحل ولا ینفذ کبیع فضولی مستجمعا شرائط الصحۃ والحل قال فی ردالمحتار ظاھرہ ان الموقوف من قسم الصحیح وھو احد طریقین للمشائخ وھو الحق[1] الخ وقد یطلق بمعنی اللزوم قال فی رھن الدر القبض شرط اللزوم کما فی الھبۃ[2] اھ قال الشامی قال فی العنایۃ ھو مخالف لروایۃ العامۃ قال محمد لایجوز الرھن الامقبوضا اھ وفی السعدیۃ انہ علیہ الصلوۃ والسلام قال لاتجوز الھبۃ الامقبوضۃ والقبض لیس بشرط الجواز فی الھبۃ فلیکن ھنا کذلک اھ وحاصلہ ان یفسر ھنا ایضا الجواز (باقی برصفحہ آیندہ)

اس فائدے کو تین بزرگوار محشی حضرات ـــــــ یعنی حلبی طحطاوی اور شامی نے بیان کیا، اور یہ معنی پہلے دو معنی یعنی صحیح اور حلال ہونے سے خاص من وجہ ہے کیونکہ کبھی عقد صحیح اور حلال نہ ہونے کے باوجود نافذ ہوتا ہے جیسے جمعہ کی اذان کے بعد بیع مجہول مدت کے ادھار پر ہو، اور کبھی عقد حلال اور صحیح ہوتا ہے لیکن نافذ نہیں ہوتا، جیسا کہ فضولی کی وُہ بیع جو حلال اور صحیح ہونے کی شرائط کی جامع ہو۔ ردالمحتار میں کہا کہ موقوف بیع صحیح کی قسم ہے اور یہ مشائخ کے استعمال کے دو طریقوں میں سے ایک ہے اور یہی حق ہے الخ اور جواز بمعنی لزوم بھی استعمال ہوتا ہے۔ درمختار کے مسئلہ رہن میں ہے کہ قبضہ لزوم کے لیے شرط ہے جیسا کہ ہبہ میں ہوتا ہے اھ، اس پر علامہ شامی نے کہا کہ عنایہ میں کہا ہے کہ یہ عام روایت کے خلاف ہے، امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ رہن، قبضہ کے بغیر صحیح نہیں اھ اور سعدیہ میں ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ ہبہ قبضہ کے بغیر جائز نہیں، جبکہ ہبہ کے جواز کے لیے قبضہ شرط نہیں ہے، مناسب ہے کہ یہاں بھی یونہی ہو اس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں رہن کے معاملہ میں بھی امام محمد کے قول میں جواز کی تفسیر لزوم کے ساتھ کی جائے نہ کہ صحت کے ساتھ جیسا کہ فقہائے نے ہبہ میں کیا یعنی لایجوز کا معنی یہی

---

[1] ردالمحتار | کتاب البیوع | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۴/۳
[2] درمختار | کتاب الرہن | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/۲۶۵

عدم حرمت وطی بھی حاصل یعنی اس میں جماع زنا نہ ہوگا وطی حرام نہ کہلائے گا،

وذلك كقوله عزوجل واحل لكم ما وراء ذلكم مع ان فيهن من يكره نكاحهن تحريما كالكتابية كما سياتي فعلم ان الحل بهذا المعنى لاينافي الاثم في الاقدام على فعل النكاح فافهم واحفظ كيلا تزل والله الموفق.

اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالٰی کا ارشاد "تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں محرمات کے سوا" حالانکہ غیر محرمات میں وہ عورتیں بھی شامل ہیں جن سے نکاح مکروہ تحریمہ ہے جیسا کہ کتابیہ عورت کے بارے میں آئندہ بیان ہوگا، تو معلوم ہوا کہ اس معنی میں حلال، نکاح کرنے کے اقدام پر گناہ کے منافی نہیں ہے، اس کو سمجھو اور یاد رکھو تاکہ غلط فہمی نہ ہو اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہی ہے۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

باللزوم لا بالصحة كما فعلوا في الهبة اھ[1] مختصرا وفي مداينات غمز العيون لو جاز اي لزم تاجيله لزم ان يمنع المقرض عن مطالبته قبل الاجل ولا جبر على المتبرع اھ[2] وهو اخص مطلقا من الصحة والنفاذ فقد يصح الشیئ وينفذ ولا لزوم كتزويج العم من كفؤ بمهر المثل ولا لزوم لموقوف فهو ظاهر ولا لفاسد لانه واجب الفسخ ومن وجه من الحل فقد يلزم ولا يحل كالبياعات المكروهة، والله تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (م)

لازم ہو (یعنی قبضہ کے بغیر رہن جائز تو ہے لازم نہیں) اھ مختصراً۔ اور غمز العیون کے مداینات میں ہے لوجاز یعنی مہلت لازم ہوگی تو لازم ہے کہ قرضخواہ کو مدت پوری ہونے سے قبل مطالبہ سے منع کیا جائے جبکہ قرض کی نیکی کرنے والے پر جبر نہیں ہوسکتا اھ اور جواز بمعنی لزوم، نفاذ اور صحت کے معنی سے خاص مطلق ہے کیونکہ کبھی چیز صحیح اور نافذ ہوتی ہے اور لازم نہیں ہوتی، جیسا کہ چچازاد کا مہرِ مثل کے ساتھ کفوء میں لڑکی کا نکاح کرنا صحیح اور نافذ ہے مگر لازم نہیں کیونکہ یہ موقوف ہے اور موقوف چیز لازم نہیں ہوتی، اور یہ ظاہر ہے، اور فاسد بھی لازم نہیں کیونکہ وہ واجب الفسخ ہے اور جواز بمعنی لزوم جواز بمعنی حل سے خاص من وجہ ہے، کیونکہ کبھی چیز لازم ہوتی ہے مگر حلال نہیں ہوتی جیسا کہ مکروہ بیع کا حکم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] رد المحتار کتاب الرہن دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۳۰۸
[2] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر کتاب المداینات ادارۃ القرآن کراچی ۲/۴۶-۴۷

عبارات درمختار وغیرہ تجوز مناکحۃ المعتزلۃ لانا لا نکفر احدا من اھل القبلۃ وان وقع الزاما فی المباحث[1] (معتزلہ سے نکاح جائز ہے ہم اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتے اگرچہ بحث کے طور پر ان پر کفر کا الزام ثابت ہے۔ت) کے یہی معنی ہیں، پُر ظاہر کہ نکاح عقد ہے اور ابھی بحر الرائق و طحطاوی و ردالمحتار سے گزرا کہ عقود میں غالب و شائع جواز بمعنی صحت ہے مگر وہ عدم جواز بمعنی ممانعت واثم کے منافی نہیں۔ فتح القدیر و غنیہ و بحر الرائق وغیرہا میں ہے:

یراد بعدم الجواز عدم الحل ای عدم حل ان یفعل وھو لاینافی الصحۃ[2]

عدمِ جواز سے عدمِ حل مراد لیا جاتا ہے یعنی اس کا کرنا حلال نہیں اور یہ صحیح کے منافی نہیں۔(ت)

رہا جواز فعل بمعنی عدم ممانعت شرعیہ یعنی بدمذہبوں سے سنیہ عورت کا نکاح کردینا روا و مباح ہو جس میں کچھ گناہ و مخالفت احکام شرع نہ ہو یہ ہرگز نہیں، ارشاد مشائخ کرام المناکحۃ بین اھل السنۃ و اھل الاعتزال لا تجوز[3] کے یہی معنی ہیں یعنی سنیوں اور معتزلیوں میں مناکحت مباح نہیں۔ فتاوٰی خلاصہ میں فرمایا:

المسألۃ فی مجموع النوازل[4]

یہ مسئلہ مجموع النوازل امام فقیہ احمد بن موسٰی کشی تلمیذ امام مفتی الجن والانس عارف باللہ سیدنا نجم الدین عمر النسفی میں ہے۔

اُسی میں فرمایا: کذا اجاب الامام الرستغفنی[5] امام رستغفنی نے ایسا ہی جواب ارشاد فرمایا۔

ردالمحتار میں نہایہ امام سغناقی سے ہے انھوں نے اپنے شیخ سے نقل کیا وہ فرماتے تھے:

الرستغفنی امام معتمد فی القول والعمل ولو اُخذنا یوم القیٰمۃ للعمل بروایتہ ناخذہ کما اخذنا[6]

یعنی رستغفنی امام معتمد ہیں قول و فعل میں، اگر روزِ قیامت اُن کی روایت پر عمل میں ہم سے گرفت ہوئی تو ہم ان کا دامن پکڑیں گے کہ ہم نے ان کے ارشاد پر عمل کیا۔

---

[1] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۹
[2] فتح القدیر باب الامامۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴
[3] بحر الرائق فصل فی المحرمات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۱۰۲
[4] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب النکاح جنس آخر فی الاجارۃ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/۶
[5] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″
[6] ردالمحتار

وجیز امام کردری میں ہے:

سمعت عن ائمة خوارزم انه یتزوج من المعتزلی ولا یزوج منهم کما یتزوج من الکتابی ولا یزوج منهم ولعله اخذ ھذا التفصیل من کلام ابی حفص السفکردری[1]

میں نے بعض ائمۂ خوارزم سے سُنا کہ معتزلی کی بیٹی تو بیاہ لے اور اپنی بیٹی ان کے نکاح میں نہ دے، جس طرح یہودی نصرانی کی بیٹی بیاہ لیتا ہے اور اپنی بیٹی اُن کے نکاح میں نہیں دیتا اور ممکن ہے کہ ان امام نے یہ تفصیل امام ابوحفص سفکردری کے قول سے اخذ کی۔

یہ دوسرا جواب ہے اس شبہہ کا، کہ مبتدعین کتابیوں سے بھی گئے گزرے ثم اقول وباللہ التوفیق (پھر میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی ہی سے ہے۔ ت) اگر نظر تحقیق کو رخصت جولاں دیجئے تو بدمذہب سے سُنیہ کی تزویج ممنوع ہونے پر شرع مطہر سے دلائل کثیرہ قائم ہیں مثلاً:

دلیل اوّل: قال عزوجل واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[2]

اور اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

بدمذہب سے زیادہ ظالم کون ہے اور نکاح کی صحبت دائمہ سے بڑھ کر کون سی صحبت، جب ہر وقت کا ساتھ ہے، اور وہ بدمذہب تو ضرور اس سے نا دیدنی دیکھے گی نا شنیدنی سُنے گی اور انکار پر قدرت نہ ہوگی اور اپنے اختیار سے ایسی جگہ جانا حرام ہے جہاں منکر ہو اور انکار نہ ہو سکے نہ کہ عمر بھر کے لیے اپنے یا اپنی قاصرہ مقسورہ عاجزہ مقہورہ کے واسطے اس فضیحہ شنیعہ کا سامان پیدا کرنا۔

دلیل دوم: قال تبارك وتعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا):

ومن اٰیٰتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودّۃ ورحمۃ[3]

اللہ کی نشانیوں سے ہے کہ اس نے تمھیں میں سے تمھارے جوڑے بنائے کہ ان سے مل کر چین پاؤ اور تمھارے آپس میں دوستی و مہر رکھی۔

اور حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علٰی ہامش فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۱۲
[2] القرآن ۶/ ۶۸
[3] القرآن ۳۰/ ۲۱

ان للزوج من المرأۃ لشعبة ما هی لشیٔ[1]۔ رواہ ابن ماجة و الحاکم عن محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالٰی عنه۔

عورت کے دل میں شوہر کے لیے جو راہ ہے کسی کے لیے نہیں (اس کو ابن ماجہ اور حاکم نے محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

آیت گواہ ہے کہ زن وشوئی وُہ عظیم رشتہ ہے کہ خواہی نخواہی باہم انس ومحبت و الفت و رافت پیدا کرتا ہے، اور حدیث شاہد ہے کہ عورت کے دل میں جو بات شوہر کی ہوتی ہے کسی کی نہیں ہوتی، اور بدمذہب کی محبت سمِ قاتل ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ومن یتولھم منکم فانه منھم[2] تم میں جو ان سے دوستی رکھے گا وُہ انھیں میں سے ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

المرء مع من احب[3]۔ رواہ الائمة احمد و الستة الا ابن ماجه عن انس و الشیخان عن ابن مسعود و احمد ومسلم عن جابر و ابوداؤد عن ابی ذر والترمذی عن صفوان بن عسال وفی الباب عن علی وابی ھریرۃ وابی موسٰی وغیرھم رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

آدمی کا حشر اُسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے (اس کو امام احمد اور ابن ماجہ کے ماسوا صحاح ستّہ کے ائمہ نے روایت کیا ہے حضرت انس سے اور بخاری ومسلم نے ابن مسعود سے، احمد ومسلم نے جابر سے، ابوداؤد نے ابوذر سے، اور ترمذی نے صفوان بن عسال سے، اور اس باب میں علی، ابوہریرہ، ابوموسٰی وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بھی روایت ہے۔ ت)

دلیل سوم: قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰے نے فرمایا):

لا تلقوا بایدیکم الی التھلکة[4] اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو اور بدمذہبی ہلاک حقیقی ہے۔

قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا): ولا تتبع الھوٰی فیضلك عن سبیل اللہ[5] (اور خواہش کے

---

[1] المستدرک للحاکم　کتاب معرفة الصحابہ　دار الفکر بیروت　۴/۶۲
　سنن ابن ماجہ　ابواب الجنائز　باب ماجاء فی البکاء علی المیت　ایچ ایم سعید کمپنی کراچی　ص ۱۱۵
[2] القرآن　۵/۵۱
[3] سنن ابوداؤد　کتاب الادب　آفتاب عالم پریس لاہور　۲/۳۴۳
[4] القرآن　۲/۱۹۵　[5] القرآن　۳۸/۲۶

پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی۔ت) اور صحبت خصوصاً بد کا اثر پڑ جانا احادیث و تجارب صحیحہ سے ثابت۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انما مثل الجلیس الصالح و جلیس السوء کحامل المسك و نافخ الکیر فحامل المسك اما ان یحذیك واما ان تبتاع منه واما ان تجد منه ریحا طیبة و نافخ الکیر اما ان یحرق ثیابك و اما ان تجد منه ریحا خبیثة۔[1] رواہ الشیخان عن ابی موسٰی رضی اللہ تعالٰی عنه۔

اچھے اور بُرے ہمنشین کی کہاوت ایسی ہے جیسے ایک کے پاس مُشک ہے اور دوسرا دھونکنی پھونکتا' وُہ مشک والا یا تجھے مفت دے گا یا تُو اس سے مول لے گا، اور کچھ نہیں تو خوشبو ضرور آئے گی، اور دھونکنی والا تیرے کپڑے جلادے گا یا تجھے اس سے بدبُو آئے گی۔ (اسے شیخین (امام بخاری و مسلم) نے ابوموسٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

دوسری حدیث میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم:

مثل جلیس السوء کمثل صاحب الکیران لم یصبك من سوادہ اصابك من دخانه۔[2] رواہ ابوداؤد و النسائی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنه۔

بُرا ہمنشین دھونکنے والے کی مانند ہے تجھے اس کی سیاہی نہ پہنچے تو دُھواں تو پہنچے گا۔ (اس کو ابوداؤد اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا۔ت)

تیسری حدیث صریح میں فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ایاکم و ایاھم لا یضلونکم و لا یفتنونکم۔[3] رواہ مسلم۔

گمراہوں سے دُور بھاگو، انھیں اپنے سے دور کرو، کہیں وُہ تمھیں بہکا نہ دیں، کہیں وہ تمھیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔ (اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ت)

چوتھی حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اعتبروا الصاحب بالصاحب۔[4] رواہ ابن عدی

مصاحب کو مصاحب پر قیاس کرو (اس کو ابن عدی

---

[1] صحیح بخاری　باب المسك　قدیمی کتب خانہ کراچی　۸۳۰/۲
[2] سُنن ابو داؤد　باب من یومران یجالس　آفتاب عالم پریس لاہور　۳۰۸/۲
[3] صحیح مسلم　باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ　قدیمی کتب خانہ کراچی　۱۰/۱
[4] کنز العمال　بحوالہ عبداللہ ابن مسعود　حدیث ۳۰۷۳۴　مکتبۃ التراث الاسلامی حلب　۸۹/۱۱

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ حسن لشواھدہ۔

نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور اس کے شواہد کی بنا پر اس حدیث کو انھوں نے حسن قرار دیا۔ ت)

پانچویں حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاك وقرین السوء فانك بہ تعرف[1]۔ رواہ ابن عساکر عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بُرے ہمنشین سے دُور بھاگ کہ تُو اسی کے ساتھ مشہور ہوگا (اس کو ابن عساکر نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

ماشیئ ادل علی الشیئ ولا الدخان علی النار من الصاحب علی الصاحب[2]۔ ذکرہ التیسیر

کوئی چیز دوسری پر اور نہ دُھواں آگ پر اس سے زیادہ دلالت کرتا ہے جس قدر ایک ہمنشین دوسرے پر۔ (اس کو تیسیر میں ذکر کیا گیا۔ ت)

عقلاء کہتے ہیں گوش زدہ اثرے دارد نہ کہ عمر بھر کان بھرے جانا۔ پھر اس کے ساتھ **دُوسرا مؤید** شوہر کا اس پر حاکم ہونا۔ مجربین کہتے ہیں: الناس علٰی دین ملوکھم[3] (لوگ اپنے حکمرانوں کے دین پر ہوتے ہیں۔ ت) **تیسرا مؤید** عورت میں مادہ قبول وانفعال کی کثرت، وہ بہت نرم دل ہیں جلد اثر پذیر ہیں یہاں تک کہ اہلِ تجربہ میں موم کی ناک مشہور ہیں، خود رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: رویدك یاانجشۃ بالقواریر[4] (اے انجشہ! آبگینوں کو بچا کر رکھو۔ ت) **چوتھا مؤید**، ان کا ناقصات العقل والدین ہونا، یہ بھی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا کما فی الصحیحین (جیسا کہ صحیحین میں ہے۔ ت) **پانچواں مؤید**، شوہر کی محبت، جس کا بیان آیت وحدیث سے گزرا اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حبك الشیئ یعمی ویصم[5]۔ رواہ احمد والبخاری

محبت اندھا بہرا کردیتی ہے (اسے احمد و بخاری

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر حدیث ۲۴۸۴۳ مکتبۃ التراث الاسلامی حلب ۴۳/۹

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث ماقبل کے تحت مکتبہ امام شافعی الریاض السعودیہ ۲۰۲/۱

[3] المقاصد الحسنۃ حرف النون حدیث ۱۲۳۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۴۴۱

[4] صحیح بخاری باب المعاریض مندوحۃ عن الکذب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۹۱۷/۲

[5] سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی الھوٰی آفتاب عالم پریس لاہور ۳۴۳/۲

فی التاریخ وابوداؤد عن ابی الدرداء و ابن عساکر بسند حسن عن عبد اللہ بن انیس و الخرائطی فی الاعتلال عن ابی برزۃ الاسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

(اسے ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اور ابوداؤد نے ابو درداء سے، اور ابن عساکر نے سند حسن کے ساتھ عبد اللہ بن انیس سے اور خرائطی نے اعتلال میں ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے۔ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الرجل علٰی دین خلیلہ فلینظر احدکم من یخالل[1] رواہ ابوداؤد والترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

آدمی اپنے محبوب کے دین پر ہوتا ہے تو دیکھ بھال کر کسی سے دوستی کرو (اسے ابوداؤد اور ترمذی نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

مسلمانو! اللہ عزوجل عافیت بخشے دل پلٹتے خیال بدلتے کیا کچھ دیر لگتی ہے قلب کو قلب کہتے ہی اس لیے ہیں کہ وہ منقلب ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مثل القلب مثل الریشۃ تقلبھا الریاح بفلاۃ[2] رواہ ابن ماجۃ عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

دل کی حالت اُس پر کی طرح ہے کہ میدان میں پڑا ہو اور ہوائیں اسے پلٹے دے رہی ہوں۔ (اس کو ابن ماجہ نے ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

نہ کہ عورتوں کا سا نرم و نازک دل اور اس پر صحبت و سماع متصل پھر واسطہ حاکمی محکومی کا اور اُس کے ساتھ مہر و محبت کا غضب جذبہ باعثوں داعیوں کا یہ متواتر و فور اور مانع کہ عقل و دین تھے اُن میں نقصان و قصور تو اس تزویج میں قطعاً یقیناً عورت کی گمراہی و تبدیل مذہب کا مظنہ قویہ ہے اور یہ خود اپنے ہاتھوں ہلاکت میں پڑنا ہے کہ بنص قطعی قرآن ممنوع و ناروا ہے شرع مطہر جس چیز کو حرام فرماتی ہے اس کے مقدمہ و داعی کو بھی حرام بتاتی ہے مقدمۃ الحرام حرام (حرام کا پیش خیمہ بھی حرام ہوتا ہے۔ت) مقدمۂ مسلمہ ہے،

قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا):

ولاتقربوا الزنٰی انہ کان فاحشۃ و

زنا کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے اور

---

[1] سنن ابوداؤد کتاب الادب باب من یؤمران یجالس آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۰۸

[2] سنن ابن ماجہ باب فی القدر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰

ساء سبیلا[1]۔ بہت بُری راہ۔

جس طرح زنا حرام ہوا زنا کے پاس جانا بھی حرام ہُوا اور یہ خیال کہ ممکن ہے اثر نہ ہو محض نافہمی اور عقل و نقل دونوں سے بیگانگی ہے داعی کے لیے مفضی بالدوام ہونا ضرور نہیں آخر بوس وکنار و مس و نظر دواعی وطی داعی ہی ہونے کے باعث حرام ہُوئے مگر ہرگز مستلزم و مفضی دائم نہیں۔

دلیل چہارم: قال المولی تبارك وتعالٰی (مولٰی تبارک وتعالٰے نے فرمایا):

الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللّٰه بعضهم علی بعض[2]۔ مرد حاکم و مسلّط ہیں عورتوں پر بسبب اُس فضیلت کے جو اللہ نے ایک کو دوسرے پر دی۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اعظم الناس حقا علی المرأة زوجها[3]۔ رواه الحاکم وصححه عن ام المؤمنین الصدیقة رضی اللّٰه تعالٰی عنها۔ عورت پر سب سے بڑھ کر حق اُس کے شوہر کا ہے (اسے حاکم نے روایت کیا اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰے عنہا سے اس کی تصحیح کی۔ ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لوکنت اٰمرا احدا ان یسجد لاحد لامرت النساء ان یسجدن لازواجهن لما جعل اللّٰه لهم علیهن من الحق[4]۔ ولوکان من قدمه الی مفرق رأسه قرحة تنجس بالقیح والصدید ثم استقبلته فلحسته ما ادت حقه[5]۔ رواه ابوداؤد والحاکم بسند صحیح عن قیس بن سعد بن عبادة واحمد اگر میں کسی کو حکم کرتا کہ غیر خدا کو سجدہ کرے تو البتہ عورتوں کو حکم کرتا کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں بسبب اُس حق کے کہ اللہ عزوجل نے اُن کے لیے ان پر رکھا ہے۔ اور اگر شوہر کی ایڑی سے مانگ تک سارا جسم پھوڑا ہو جس سے پیپ اور گندا پانی جوش مارتا ہو عورت آکر اپنی زبان سے اسے چاٹ کر صاف کرے تو خاوند کا حق ادا نہ کیا (اس کو ابوداؤد

---

[1] القرآن ۱۷/ ۳۲

[2] القرآن ۴/ ۳۴

[3] مستدرک للحاکم کتاب البر والصلة دار الفکر بیروت ۴/ ۱۵۰

[4] سنن ابی داؤد باب فی حق الزوج علی المرأة آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۹۱

المستدرک للحاکم کتاب النکاح دار الفکر بیروت ۲/ ۱۸۷

[5] مسند احمد بن حنبل مروی از مسند انس بن مالک " ۳/ ۱۵۹

والترمذی عن انس بن مالك وفصل السجود احمد وابن ماجة وابن حبان عن عبدالله بن ابی اوفی والترمذی وابن ماجة عن ابی هریرة و احمد عن معاذ بن جبل و الحاکم عن بریدة الاسلمی رضی الله تعالٰی عنهم اجمعین۔

اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ قیس بن سعد بن عبادہ، اور احمد اور ترمذی نے انس بن مالک سے، اور احمد، ابن ماجہ اور ابن حبان نے عبدالعزیز بن ابی اوفی سے سجدہ کی فصل میں، اور ترمذی اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے، اور احمد نے معاذ بن جبل اور حاکم نے بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے (ت)

الغرض شوہر عورت کے لیے سخت واجب التعظیم ہے اور بدمذہب کی تعظیم حرام۔ متعدد حدیثوں میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الاسلام[1]۔ رواه ابن عدی و ابن عساکر عن امّ المومنین الصدیقة و الحسن بن سفیان فی مسنده و ابونعیم فی الحلیة عن معاذ بن جبل و السجزی فی الابانة عن ابن عمر وکابن عدی عن ابن عباس و الطبرانی فی الکبیر و ابونعیم فی الحلیة عن عبدالله بن بسر و البیهقی فی شعب الایمان عن ابراهیم بن میسرة التابعی المکی الثقة مرسلا فالصواب ان الحدیث حسن بطرقه۔

جس نے کسی بدمذہب کی توقیر کی اس نے اسلام کے ڈھانے میں مدد کی (اس کو ابن عدی اور ابن عساکر نے ام المومنین عائشہ صدیقہ اور حسن بن سفیان نے اپنی مسند میں اور ابونعیم نے حلیہ میں معاذ بن جبل سے اور سجزی نے ابانۃ میں ابن عمر سے اور ابن عدی نے ابن عباس سے اور طبرانی نے کبیر میں اور ابونعیم نے حلیہ میں عبداللہ بن بُسر اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابراہیم بن میسرہ تابعی مکی سے مرسل طور پر روایت کیا ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ اپنے طرق پر یہ حدیث حسن ہے۔ ت)

علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ مبتدع تو مبتدع فاسق بھی شرعاً واجب الاہانۃ ہے اور اُس کی تعظیم ناجائز۔ علامہ حسن شرنبلالی مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں:

الفاسق العالم تجب اهانته شرعًا فلا یعظم[2]۔

فاسق عالم کی شرعاً توہین ضروری ہے اس لئے اس کی تعظیم نہ کی جائے۔ (ت)

---

[1] شعب الایمان حدیث نمبر ۹۴۶۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۷/۶۱

[2] مراقی الفلاح فصل فی بیان الاحق بالامامۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۵

امام علامہ فخر الدین زیلعی تبیین الحقائق، پھر علامہ سید ابو السعود ازہری فتح المعین، پھر علامہ سید احمد مصری حاشیۂ درمختار میں فرماتے ہیں:

قد وجب علیھم اھانتہ شرعا[1] ان پر اس کی اہانت ضروری ہے (ت)

علامہ محقق سعد الملۃ والدین تفتازانی مقاصد و شرح مقاصد میں فرماتے ہیں:

حکم المبتدع البغض والعداوۃ والاعراض عنہ والاھانۃ والطعن واللعن[2] بدمذہب کے لیے حکم شرعی یہ ہے کہ اس سے بغض و عداوت رکھیں، رُوگردانی کریں، اس کی تذلیل و تحقیر بجالائیں، اُس سے لعن وطعن کے ساتھ پیش آئیں۔

لاجرم ثابت ہُوا کہ بدمذہب کو سُنّیہ کا شوہر بنانا گناہ و ناجائز ہے۔

دلیل پنجم: قال العلی الاعلی جل وعلا (اللہ بلند و اعلیٰ نے فرمایا:) والفیا سیدھا لدی الباب[3] ان دونوں نے زلیخا کے سید و سردار یعنی شوہر کو پایا دروازے کے پاس۔ ردالمحتار باب الکفاءۃ میں ہے: النکاح رق للمرأۃ والزوج مالک[4] نکاح سے عورت کنیز ہوجاتی ہے اور شوہر مالک۔ اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تقولوا للمنافق یا سید فانہ ان یکن سیدا فقد اسخطتم ربکم عزوجل[5] رواہ ابوداؤد و النسائی بسند صحیح عن بریدۃ بن الحصیب رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ منافق کو "اے سردار" کہہ کر نہ پکارو کہ اگر وُہ تمہارا سردار ہو تو بیشک تم نے اپنے رب عزوجل کو ناراض کیا۔ (اس کو ابوداؤد اور نسائی نے صحیح سند کے ساتھ بریدہ بن حصیب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

حاکم نے صحیح مستدرک میں بافادۂ تصحیح اور بیہقی نے شعب الایمان میں ان لفظوں سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] طحطاوی علی الدر المختار باب الامامۃ دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۴۳
[2] شرح مقاصد المبحث الثامن حکم المومن دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/۲۷۰
[3] القرآن الکریم ۱۲/۲۵
[4] ردالمحتار باب الکفاءۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۱۷
[5] سنن ابی داؤد کتاب الادب آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۲۴

اذا قال الرجل للمنافق یا سید فقد اغضب ربه [1] | جو شخص کسی منافق کو "سردار" کہہ کر پکارے وہ اپنے رب عزوجل کے غضب میں پڑے۔

امام حافظ الحدیث عبد العظیم زکی الدین منذری نے کتاب الترغیب والترہیب میں ایک باب وضع کیا۔

الترھیب من قولہ لفاسق اومبتدع 'یا سیدی' او نحوھا من الکلمات الدالۃ علی التعظیم [2] | یعنی ان حدیثوں کا بیان جن میں کسی فاسق یا بد مذہب کو "اے میرے سردار" یا کوئی کلمۂ تعظیم کہنے سے ڈرانا۔

اور اس باب میں یہی حدیث انہیں روایات ابی داؤد و نسائی سے ذکر فرمائی۔ جب صرف زبان سے "اے میرے سردار" کہہ دینا باعثِ غضب رب جل جلالہ ہے تو حقیقۃً سردار و مالک بنالینا کس قدر سخت موجبِ غضب ہوگا والعیاذ باللہ رب العالمین۔

دلیل ششم: یا ایھا الناس ضرب مثل فاستمعوا لہ [3] واللہ لا یستحیی من الحق [4] | اے لوگو! ایک مثل کہی گئی اُسے کان لگا کر سنو۔ بیشک اللہ عزوجل حق بات فرمانے میں نہیں شرماتا۔

ایحب احدکم ان تکون کریمتہ فراش کلب فکرھتموہ [5] | کیا تم میں کسی کو پسند آتا ہے کہ اس کی بیٹی یا بہن کسی کتے کے نیچے بچھے تم اسے بہت برا جانو گے۔

رب جل و علیٰ نے غیبت کو حرام ہونا اسی طرز بلیغ سے ادا فرمایا:

ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ [6] | کیا تم میں سے کوئی پسند رکھتا ہے کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھائے، تو یہ تمھیں بُرا لگا۔

---

[1] مستدرک للحاکم — کتاب الرقاق — دار الفکر بیروت — ۴/۳۱۱
شعب الایمان — حدیث ۴۸۸۳ — دار الکتب العلمیہ بیروت — ۴/۲۳۰
[2] الترغیب والترہیب — الترہیب من قولہ لفاسق اومبتدع یا سیدی الخ — مصطفے البابی مصر — ۳/۵۷۹
[3] القرآن الکریم ۲۲/۷۳
[4] القرآن الکریم ۳۳/۵۳
[5] سنن ابن ماجہ — ابواب النکاح — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ص ۱۳۹
مسند احمد بن حنبل — مروی از مسند علی رضی اللہ عنہ — دار الفکر بیروت — ۱/۸۶
[6] القرآن الکریم ۴۹/۱۲

25
25

سفیو ستیو اگر سُنّی ہو تو بگوش سُنو لیس لنا مثل السوء التی صارت فراش مبتدع کالتی کانت فراشا لکلب ہمارے لیے بُری مثل نہیں جو عورت کسی بدمذہب کی جورو بنی وہ ایسی ہی ہے جیسے کسی کتے کے تصرف میں آئی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کوئی چیز دے کر پھیر لینے کا ناجائز ہونا اسی وجہ نیق سے بیان فرمایا:

العائد فی ھبتہ کالکلب یعود فی قیئہ لیس لنا مثل السوء[1]

اپنی دی ہوئی چیز پھیرنے والا ایسا ہے جیسے کُتا قے کرکے اُسے پھر کھالیتا ہے، ہمارے لیے بُری مثل نہیں؛

اب اتنا معلوم کرنا رہا کہ بدمذہب کُتا ہے یا نہیں؟ ہاں، ضرور ہے بلکہ کُتے سے بھی بدتر وناپاک تر، کُتا فاسق نہیں اور یہ اصل دین ومذہب میں فاسق ہے، کُتے پر عذاب نہیں اور یہ عذاب شدید کا مستحق ہے میری نہ مانو سیدالمرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث مانو، ابوحاتم خزاعی اپنے جزء حدیثی میں حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اصحاب البدع کلاب اھل النار[2] بدمذہبی والے جہنمیوں کے کتے ہیں۔

امام دارقطنی کی روایت یوں ہے:

حدثنا القاضی الحسین بن اسمٰعیل نا محمد بن عبد اللہ المخرمی نا اسمٰعیل بن ابان نا حفص بن غیاث عن الاعمش عن ابی غالب عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اھل البدع کلاب اھل النار[3]۔

(قاضی حسین بن اسمٰعیل نے محمد بن عبداللہ مخرمی سے انھوں نے اسمٰعیل بن ابان سے انھوں نے حفص بن غیاث سے انھوں نے اعمش سے انھوں نے ابوغالب سے انھوں نے ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث بیان کی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا) بدمذہب لوگ دوزخیوں کے کُتے ہیں۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از مسند عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۱/۲۱۷

[2] فیض القدیر شرح جامع الصغیر حدیث ۱۰۸۰ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۵۲۸

کنز العمال بحوالہ ابی حاتم الخزاعی " ۱۰۹۴ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۲۱۸

[3] کنز العمال بحوالہ قط فی الافراد عن ابی امامہ " ۱۱۲۵ " " " ۱/۲۲۳

ابونعیم حلیہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اھل البدع شر الخلق و الخلیقۃ [1] — بدمذہب لوگ سب آدمیوں سے بدتر اور سب جانوروں سے بدتر ہیں۔

علامہ مناوی نے تیسیر میں فرمایا:

الخلق الناس و الخلیقۃ البہائم [2] — خلق سے مراد لوگ اور خلیقہ سے مراد جانور ہیں۔ (ت)

لاجرم حدیث میں ان کی مناکحت سے ممانعت فرمائی۔ عقیلی و ابن حبان حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰے عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تجالسوھم، ولا تشاربوھم، ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم [3] — بدمذہبوں کے پاس نہ بیٹھو، ان کے ساتھ پانی نہ پیو، نہ کھانا کھاؤ، ان سے شادی بیاہ نہ کرو۔

دلیل ہفتم: کتابیہ سے نکاح کا جواز عدم ممانعت و عدم گناہ صرف کتابیہ ذمیہ میں ہے جو مطیع الاسلام ہو کر دار الاسلام میں مسلمانوں کے زیرِ حکومت رہتی ہو وہ بھی خالی از کراہت نہیں بلکہ بے ضرورت مکروہ ہے۔

فتح القدیر وغیرہ میں فرمایا:

الاولی ان لا یفعل ولا یأکل ذبیحتھم الا للضرورۃ [4] — بہتر یہ ہے کہ بلا ضرورت ان سے نکاح نہ کرے اور نہ ذبیحہ کھائے۔ (ت)

مگر کتابیہ حربیہ سے نکاح یعنی مذکورہ جائز نہیں بلکہ عند التحقیق ممنوع و گناہ ہے، علمائے کرام وجہ ممانعت اندیشہ فتنہ قرار دیتے ہیں کہ ممکن کہ اس سے ایسا تعلقِ قلب پیدا ہو جس کے باعث آدمی دار الحرب میں وطن کرلے نیز بچے پر اندیشہ ہے کہ کفّار کی عادتیں سیکھے نیز احتمال ہے کہ عورت بحالتِ حمل قید کی جائے تو بچہ غلام بنے۔ محیط میں ہے:

یکرہ تزوج الکتابیۃ الحربیۃ لان الانسان لا یأمن ان یکون بینھما ولد فینشأ علٰی طبائع اھل الحرب ویتخلق باخلاقھم فلا — حربیہ کتابیہ عورت سے نکاح مکروہ ہے کیونکہ انسان اس بات سے بے فکر نہیں ہو سکتا کہ اس سے بچہ پیدا ہو تو وہ اہل حرب میں پرورش پائیگا اور انکے طور طریقے اپنالے گا اور پھر مسلمان ان بچے

---

[1] حلیۃ الاولیاء — ترجمہ ابو مسعود موصلی — دار الکتاب العربی بیروت ۸/۲۹۱

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر — تحت حدیث ماقبل — مکتبہ امام شافعی الریاض سعودیہ ۱/۳۸۳

[3] الضعفاء الکبیر للعقیلی — حدیث ۱۵۳ — دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۲۶

[4] فتح القدیر — فصل فی بیان المحرمات — نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۳۵

يستطيع المسلم قلعه عن تلك العادة[1]
ان کی عادات چھوڑنے پر قادر نہ ہوگا۔ (ت)

فتح اللہ المعین میں علامہ سید احمد حموی سے ہے:

عم مالوكانت حربية ولكن مكروه بالاجماع لانه ربما يختار المقام في دار الحرب ولانه فيه تعريض ولده للرق فربما تحبل وتسبى معه فيصير ولده رقيقا وان كان مسلما وربما يتخلق الولد باخلاق الكفار[2]

جوازِ نکاح کا حکم کتابیہ حربیہ کو بھی شامل ہے لیکن یہ مکروہ ہے بالاجماع، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ بیوی کی وجہ سے دار الحرب میں قیام پسند کرلے، اور اس لیے بھی کہ اس میں بچے کو غلامی میں مبتلا کرنے کی سبیل ہوسکتی ہے کہ اس کی وُہ حاملہ بیوی مسلمانوں کے ہاتھ قید ہوجائے تو بچہ بھی ماں کی وجہ سے قیدی ہوکر غلام بن جائے اگرچہ وُہ مسلمان ہے نیز وہ بچہ دار الحرب میں کفار کی عادات کو اپنا سکتا ہے۔ (ت)

محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں بعد عبارت مذکورہ فرمایا:

وتكره الكتابية الحربية اجماعا لانفتاح باب الفتنة من امكان التعلق المستدعي للمقام معها في دار الحرب وتعريض الولد على التخلق باخلاق اهل الكفر وعلى الرق بان تسبى وهي حبلى فيولد رقيقا وان كان مسلما[3]

حربیہ کتابیہ بالاجماع مکروہ ہے کیونکہ اس سے فتنے کا دروازہ کھلنے کا اندیشہ ہے وُہ یہ کہ بیوی سے تعلق مسلمان مرد کو دار الحرب میں رہنے پر آمادہ کرسکتا ہے اور بچے کو کفار کی عادات کا عادی بنانے کا راستہ ہے نیز بچے کی غلامی کے لیے راستہ ہموار کرنے کی کوشش ہے کیونکہ ہوسکتا ہے وہ بیوی حاملہ ہوکر مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوجائے تو بچہ بھی ماں کی وجہ سے غلام بنے اگرچہ وہ مسلمان ہوگا۔ (ت)

رد المحتار میں ہے:

قوله والاولى ان لايفعل يفيد كراهة التنزيه في غير الحربية ومابعده يفيد كراهة التحريم في الحربية[4]

اس کے قول کہ "بہتر ہے نہ کرے" سے یہ فائدہ ملتا ہے کہ کتابیہ غیر حربیہ سے نکاح مکروہ تنزیہی ہے جبکہ اس کا مابعد میں حربیہ کے بارے میں مکروہ تحریمی ہونے کا فائدہ دیتا ہے (ت)

---

[1] بحر الرائق بحوالہ المحیط فصل فی المحرمات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۱۰۳
[2] فتح المعین " " " ۲/۲۰
[3] فتح القدیر " نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۳۵
[4] رد المحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۸۹

اہل انصاف ملاحظہ کریں کہ جو اندیشے ائمہ کرام نے وہاں مرد اور اولاد کے لیے پیدا کیے وہ زائد ہیں یا یہ جو یہاں عورت و اولاد کے لیے ہیں، وہاں مرد کا معاملہ ہے یہاں عورت کا، وہ حاکم ہوتا ہے یہ محکومہ، وہ مستقل ہوتا ہے یہ متلونہ، وہ مؤثر ہوتا ہے یہ متاثر، وہ عقل و دین میں کامل ہوتا ہے یہ ناقصہ، وہ اگر دار الحرب میں متوطن ہوگیا تو گنہ گار ہوا دین نہ گیا یہ اگر اس کی صحبت میں بلتبد ہوگئی تو دین ہی رخصت ہوا۔ بچہ بعد شعور اپنے باپ کی تربیت میں رہتا ہے وہاں باپ مسلم ہے یہاں بدمذہب، وہاں کافروں کی عادتیں ہی سیکھنے کا احتمال ہے یہاں خود مذہب کے بدل جانے کا قوی مظنہ، وہاں اگر غلام بنا تو ایک دنیوی ذلت ہے آخرت میں ہزاروں غلام کروڑوں آزادوں سے اعز و اعلیٰ ہوں گے یہاں اگر رافضی وہابی ہوگیا تو اخروی ذلت دینی فضیحت ہے، وہاں غلامی ایک احتمال ہی احتمال تھی اور یہاں یہ بدانجامی مظنون قوی، تو وہاں وہ اندیشے اگر کراہت تنزیہیہ لاتے یہاں یہ ظنون کراہت تحریمیہ تک پہنچ جاتے۔ ہم اوپر گزارش کر چکے ہیں کہ شرعاً جو چیز حرام ہے اس کے مقدمات و دواعی بھی حرام ہوتے ہیں، اور جب کہ وہاں ان کے سبب کراہت تحریم مانیں تو یہاں ان کے باعث کھلی تحریم رکھی ہے۔ یہ تیسرا جواب ہے اُس شبہہ کا کہ یہ اُن سے بھی گئے گزرے، مع ہذا شرع مطہر میں اگرچہ وہ مبتدع جس کی بدعت حد کفر کو نہ پہنچی آخرت میں کفار سے ہلکا رہے گا اُن کا عذاب ابدی ہے اور اس کا منقطع اور بعد موت دنیوی احکام میں بھی خفت ہوگی مگر اس کے جیتے جی اس کے ساتھ برتاؤ کافر ذمی کے برتاؤ سے اشد ہے اور اس کی وجہ ہر ذی عقل پر روشن، کافر ذمی سے ہرگز وہ اندیشہ نہیں جو اس دشمن دین مدعی اسلام و خیر خواہی مسلمین سے ہے وہ کھلا دشمن ہے اور یہ مار آستین، اس کی بات کسی جاہل سے جاہل کے دل پر نہ جمے گی کہ سب جانتے ہیں یہ مردود کافر ہے خدا و رسول کا صریح منکر ہے، اور یہ جب قرآن و حدیث ہی کے حیلے سے بہکائے گا تو ضرور اسرع و اظہر ہے والعیاذ باللہ رب العلمین۔ امام حجۃ الاسلام محمد محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں،

ان کانت البدعۃ بحیث یکفر بها فامرہ اشد من الذمی لانہ لایقر بجزیۃ ولا یسامح بعقد ذمۃ و ان کان ممالا یکفر بہ فامرہ بینہ و بین اللہ اخف من امر الکافر لامحالۃ ولکن الامر فی الانکار علیہ اشد منہ علی الکافر لان شر الکافر غیر متعد

وہ بدعت جو مسلمان کو کفر میں مبتلا کر دے تو ایسا کافر بدعتی دار الاسلام میں ذمی کافر سے بدتر ہے کیونکہ وہ جزیہ کا پابند نہیں بنتا اور نہ ہی وہ عقد ذمہ کی پروا کرتا ہے اور اگر بدعت ایسی ہو جس کی وجہ سے بدعتی کو کافر نہیں کہا جا سکتا تو ایسے بدعتی کا معاملہ کافر کی نسبت سے اللہ تعالیٰ کے ہاں ضرور خفیف ہے لیکن اس کی تردید کا معاملہ کافر کے مقابلہ میں زیادہ اہم ہے کیونکہ کافر کا شر مسلمانوں کے لیے اتنا نقصان دہ

فان المسلمین اعتقدوا کفرہ فلا یلتفتون الی قولہ اذ لا یدعی الاسلام و اعتقاد الحق اما المبتدع الذی یدعوا الی البدعۃ ویزعم ان ما یدعوا الیہ حق فھو سبب لغوایۃ الخلق فشرہ متعد فالاستحباب فی اظہار بغضہ ومعاداتہ والانقطاع عنہ وتحقیرہ والتشنیع علیہ ببدعتہ وتنفیر الناس عنہ اشد[1]

نہیں کیونکہ مسلمان اس کے کافر ہونے کی وجہ سے اس کی بات کو قابلِ التفات نہیں سمجھتے کیونکہ وہ اسلام اورحق کا مدعی نہیں بنتا لیکن گمراہ بدعتی اپنی بدعت کو حق قرار دے کر لوگوں کو اس طرف دعوت دیتا ہے اس لیے وُہ عوام الناس کو گمراہ کرنے کا سبب بنتا ہے لہذا اس کا شر زیادہ مؤثر ہے، ایسے شخص کو بُرا جاننا، اس کی مخالفت کرنا، اس سے قطع تعلق کرنا، اس کی تحقیر کرنا، اس کا رَد کرنا اور لوگوں کو اس سے متنفر کرنا زیادہ باعثِ اجر و ثواب ہے۔ (ت)

یہ چوتھا جواب ہے اُس شُبہہ کا، الحمدُ للہ آفتابِ حق بے حجاب سحاب متجلی ہوا اور دلائل واضحہ سے نہ صرف وہابی بلکہ ہر بدمذہب کے ساتھ سُنّیہ کی تزویج کا باطل محض یا اقل درجہ ممنوع و گناہ ہونا ظاہر ہوگیا، ہاں ہمارے بعض بھائیوں کا بعض متقشف وہابیہ کے فریب سے دھوکا پاکر یہ عذر باقی ہے کہ یہ احکام تو ان کے لیے ہیں جو مذہبِ اہلسنت سے خارج ہیں اور وہابی ایسے نہیں فلاں فلاں وہابی تو سُنّی ہیں، اس کا جواب اسی قدر بس ہے کہ عزیز بھائیو! دینِ حق کے فدائیو! دیکھو یہ دام دربرہ میں دھوکے میں نہ آئیو، بھلا وہابی صاحب جو چاہیں بکیں وہاں نہ خوفِ خدا نہ خلق کی حیا، مگر پیارے سُنّیو! تم نے یہ کیونکر باور کرلیا کہ بعض وہابی اہلسنت ہیں۔ عزیزو! کیا یہ اس کہنے سے کچھ زیادہ عجیب تر ہے کہ فلاں رات دن ہے یا فلاں نصرانی مومن ہے۔ جب سنّت، وہابیت سے صاف مباین ہے تو ان کا اجتماع کیونکر ممکن ہے۔ ہاں یوں کہتے تو ایک بات تھی کہ فلاں فلاں لوگ جو وہابی کہلاتے ہیں وہابی نہیں اہلسنت ہیں۔ بہت اچھا، چشم ما روشن دلِ ما شاد، خدا ایسا ہی کرے، اگر واقع اس کے مطابق ہے تو ہمارا کیا ضرر، اور اس فتوے پر اس سے کیا اثر، فتوٰی میں زید و عمرو کسی کی تعیین نہ تھی، سائل نے وہابی کی نسبت سوال کیا مجیب نے وہابی کے باب میں جواب دیا فلاں اگر وہابی نہیں سُنّی ہے اس سوال و جواب دونوں سے بری ہے۔ فتوٰی کی صحت میں کیا شک پروری ہے۔ پھر عزیز بھائیو! یہ تنزلی جواب اس کے تسلیم ادعا پر مبنی ہے، ابھی امتحان کا مرحلہ باقی و ویدنی ہے، زبان سے کہہ دینا کہ ہم وہابی نہیں گنتی کے لفظ ہیں کچھ بھاری نہیں،

الٓمّٓ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا

کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اس زبانی کہہ دینے پر

---

[1] احیاء العلوم کتاب الالفۃ والاخوۃ بیان مراتب الذین یبغضون فی اللہ مکتبہ ومطبعۃ المشہد الحسینی القاہرہ مصر ۲/ ۱۶۹

وھم لایفتنون[1]

چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی۔

لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اللہ تعالٰی ہمیں کافی ہے اور وہ اچھا وکیل ہے کوئی حرکت اور کوئی قوت اللہ تعالٰی عظیم وبلند کی مشیت کے بغیر نہیں ہے۔ (ت)

بہت اچھا جو صاحب مشتبہ الحال وہابیت سے انکار فرمائیں امورِ ذیل پر دستخط فرماتے جائیں ؏

کھوٹے کھرے کا پردہ کھل جائے گا چلن میں

(۱) مذہبِ وہابیہ ضلالت وگمراہی ہے۔

(۲) پیشوایانِ وہابیہ مثل ابن عبدالوہاب نجدی و اسمٰعیل دہلوی و نذیر حسین دہلوی و صدیق حسن بھوپالی اور دیگر چھٹ بھیے آروی بٹالی پنجابی بنگالی سب گمراہ بددین ہیں۔

(۳) تقویۃ الایمان وصراط مستقیم و رسالہ یکروزی وتنویر العینین تصانیفِ اسمٰعیل اور ان کے سوا دہلوی و بھوپالی وغیرہما وہابیہ کی جتنی تصنیفیں ہیں صریح ضلالتوں گمراہیوں اور کلماتِ کفریہ پر مشتمل ہیں۔

(۴) تقلیدِ ائمہ فرض قطعی ہے بے حصول منصب اجتہاد اس سے روگردانی بددین کا کام ہے، غیر مقلدین مذکورین اور ان کے اتباع واذناب کہ ہندوستان میں نامقلدی کا بیڑا اٹھائے ہیں محض سفیہان ناشخص ہیں ان کا تارک تقلید ہونا اور دوسرے جاہلوں اور اپنے سے اجہلوں کو ترک تقلید کا اغوا کرنا صریح گمراہی وگمراہ گری ہے۔

(۵) مذاہبِ اربعہ اہلسنت سب رشد وہدایت ہیں جو ان میں سے جس کی پیروی کرے اور عمر بھر اسی کا پیرو رہے، کبھی کسی مسئلہ میں اس کے خلاف نہ چلے، وہ ضرور صراط مستقیم پر ہے، اس پر شرعًا کوئی الزام نہیں ان میں سے ہر مذہب انسان کے لیے نجات کو کافی ہے تقلیدِ شخصی کو شرک یا حرام ماننے والے گمراہ ضالین متبع غیر سبیل المومنین ہیں۔

(۶) متعلقات انبیاء واولیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء مثل استعانت ونداء وعلم وتصرف بعطائے خدا وغیرہ مسائل متعلقہ اموات واحیاء میں نجدی ودہلوی اور ان کے اذناب نے جو احکام شرک گھڑے اور

---

[1] القرآن الکریم ۲۹ /۲

عامہ مسلمین پر بلا وجہ ایسے ناپاک حکم جڑے یہ اُن گمراہوں کی خباثت مذہب اور اس کے سبب انھیں استحقاق عذاب و غضب ہے۔

(۷) زمانہ کو کسی چیز کی تحسین و تقبیح میں کچھ دخل نہیں، امر محمود جب واقع ہو محمود ہے اگرچہ قرونِ لاحقہ میں ہو، اور مذموم جب صادر ہو مذموم ہے اگرچہ ازمنۂ سابقہ میں ہو۔ بدعتِ مذمومہ صرف وہ ہے جو سنتِ ثابتہ کے رد و خلاف پر پیدا کی گئی ہو، جواز کے واسطے صرف اتنا کافی ہے کہ خدا و رسول نے منع نہ فرمایا، کسی چیز کی ممانعت قرآن و حدیث میں نہ ہو تو اسے منع کرنے والا خود حاکم و شارع بننا چاہتا ہے۔

(۸) علمائے حرمین طیبین نے جتنے فتاوے و رسائل مثل الدرر السنیہ فی الرد علی الوہابیہ وغیرہا ردِ وہابیہ میں تالیف فرمائے سب حق و ہدایت ہیں اور ان کا خلاف باطل و ضلالت۔

حضرات! یہ جنت سنت کے آٹھ باب ہادیٔ حق و صواب ہیں، جو صاحب بے پھیر پھار بے حیلہ انکار بکشادہ پیشانی ان پر دستخط فرمائیں تو ہم ضرور مان لیں گے کہ وہ ہرگز وہابی نہیں، ورنہ ہر ذی عقل پر روشن ہو جائیگا کہ منکر صاحبوں کا وہابیت سے انکار نرا حیلہ ہی حیلہ تھا، مسمے پر جمنا اور اسم سے رمنا، اس کے کیا معنے ع

منکر می بودن و در رنگِ مستاں زیستن

(منکر ہونا اور مستوں کے رنگ میں جینا۔ ت)

واللّٰہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم[1] (اللہ تعالٰی جسے چاہتا ہے صراطِ مستقیم کی ہدایت عطا فرماتا ہے۔ ت)

الحمدُ للہ کہ یہ مختصر بیان تصدیق مظہر حق و تحقیق اوائل عشرۂ اخیرۂ ماہ مبارک ربیع الاول شریف سے چند جلسوں میں بدرسمائے تمام اور بلحاظِ تاریخ "ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار" نام ہوا، و صلی اللّٰہ تعالٰی علٰی سیدنا و مولٰنا محمد و اٰلہ و اصحابہ اجمعین والحمد للّٰہ رب العٰلمین۔

مسئلہ ۲ — غرہ جمادی الاولٰی ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سنی المذہب ہے اور ہندہ زوجہ شیعی مذہب رکھتی ہے اور باہم کسی طریقہ پر عقد بھی ہوگیا ہے ایسی حالت میں شرعاً ہمبستری یعنی مجامعت جائز ہے اور ایسی حالت میں جو اولاد ہوگی وہ نطفہ صحیح ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

آج کل کے روافض تبرائی علی العموم کافر مرتد ہیں شاید شاذ و نادر اُن میں کوئی مسلمان نکل سکے،

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۱۳

جیسے کوؤں میں سپید رنگ کا کوا۔ ایسی عورت سے نکاح محض باطل ہے اور قربت صریح زنا، اور اولاد یقیناً ولد الزنا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰: از کلکتہ سندریا پٹی ۱۰۹ متصل مسجد ناخدا دکان کتب شیخ فخرالدین مرسلہ نظیر حسن صاحب ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

بعالی خدمت جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام افضالہ بعد از سلام مسنون الاسلام آنکہ زید نے اپنی سگی یعنی حقیقی بہن کی لڑکی کی لڑکی سے بحکم ایک عالم کے عقد کیا یہ از روئے شرع شریف کے عند الاحناف جائز ہے یا ناجائز ہے؟ مفصل تحریر فرمائیے، بینوا توجروا۔

الجواب

عقد مذکور زنائے محض ہے حرام قطعی ہے سخت عظیم شدید گناہ کبیرہ ہے، نہ فقط حنفیہ بلکہ شافعیہ مالکیہ حنبلیہ تمام امتِ مرحومہ کے اجماع سے حرام ہے نص قرآن عظیم سے حرام ہے۔ قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا):

حرمت علیکم امھاتکم وبنٰتکم واخواتکم وعمّٰتکم وخٰلٰتکم وبنٰت الاخ وبنٰت الاخت[1] تم پر تمھاری مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں اور بھانجیاں حرام کی گئی ہیں۔ (ت)

اس آیہ کریمہ میں رب عزوجل نے بنات کا لفظ تین جگہ ارشاد فرمایا کہ حرام کی گئیں تم پر تمھاری بیٹیاں، بھائی کی بیٹیاں، بہن کی بیٹیاں۔ اگر بنات یعنی بیٹیاں پوتی نواسی کو بھی شامل تو ضرور بھائی بہن کی پوتی، نواسی بھی اسی حکم میں داخل۔ اور اگر شامل نہیں تو خود اپنی پوتی نواسی بھی حکمِ آیت میں داخل نہیں تو اس جاہل بیباک کے طور پر وہ حلال ٹھہرے گی، لقولہ تعالٰی: واحل لکم ماوراء ذٰلکم[2] (تمھارے لیے ان کے ماسوا حلال قرار دی گئی ہیں۔ ت) لاجرم کتب تفسیر میں اسی آیت کریمہ سے بھائی بہن کی پوتی نواسی کا حرام ابدی ہونا ثابت فرمایا اور کتب فقہ میں انھیں بھتیجی بھانجی میں داخل مان کر محارم ابدیہ میں گنایا۔ معالم التنزیل میں ہے:

یدخل فیھن بنات اولاد الاخ والاخت وان سفلن[3] ان محرمات ابدیہ میں بھائی اور بہن کی اولاد کی بیٹیاں خواہ نیچے تک ہوں، داخل ہیں (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

[2] " " " ۴/ ۲۴

[3] معالم التنزیل حرمت علیکم امھتکم الخ کے تحت مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۰۱

تفسیر کبیر میں ہے:

النوع الثانی من المحرمات البنات کل انثی یرجع نسبہا الیک بالولادۃ بدرجۃ او بدرجات باناث او بذکور فھی بنتک النوع السادس والسابع بنات الاخ وبنات الاخت والقول فی بنات الاخ وبنات الاخت کالقول فی بنات الصلب فھذہ الاقسام السبعۃ محرمۃ فی نص الکتاب بالانساب والارحام[1] اھ ملتقطا

محرمات کی دوسری قسم بیٹیاں ہیں وُہ تمام لڑکیاں جن کا نسب ایک درجہ یا کئی درجوں کے مرد اور عورتوں کے واسطہ سے تیری طرف بطور ولادت لوٹتا ہے وہ سب کی سب تیری بیٹیاں ہیں، اور چھٹی اور ساتویں قسم بھائی اور بہن کی بیٹیاں ہیں، اور بھائی اور بہن کی بیٹیوں کا حکم بھی اپنی صُلبی بیٹیوں کی طرح ہے، تو یہ سات اقسام نسب اور ارحام کی وجہ سے قرآنی نص سے حرام ہیں اھ ملتقطا (ت)

تفسیر بیضاوی و تفسیر ارشاد العقل میں ہے:

بنات الاخ وبنات الاخت تتناول القربٰی والبعدی[2]

محرمات میں بھائی اور بہن کی بیٹیاں قریب ہوں یا بعید ہوں سب شامل ہیں۔ (ت)

تفسیر جلالین میں ہے:

وبنٰت الاخ وبنٰت الاخت وتدخل فیھن اولادھن[3]

بھائی اور بہن کی بیٹیوں میں ان بیٹیوں کی اولاد بھی داخل ہے۔ (ت)

فتوحاتِ الٰہیہ حاشیہ جلالین میں ہے:

فشملت العبارۃ بنت ابن الاخ وان سفل وبنت ابن الاخت وان سفل[4]

یہ عبارت بھتیجوں اور بھانجی کی بیٹیوں کو بھی اگرچہ نیچے تک ہوں شامل ہے۔ (ت)

ملتقی الابحر میں ہے:

تحرم علی الرجل اختہ وبنتہا وبنت اخیہ

مرد پر اس کی بہن اور اس کی بھانجی اور بھتیجی اور ان

---

[1] تفسیر کبیر تحت الآیۃ حرمت علیکم امھاتکم مطبعۃ البھیۃ مصر ۱۰/ ۲۹-۲۸
[2] تفسیر بیضاوی " " " " مصطفی البابی مصر ۱/ ۸۳
[3] تفسیر جلالین " " " " اصح المطابع دہلی ص ۷۳
[4] فتوحاتِ الٰہیۃ حاشیہ جلالین " " " مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۷۰

وان سفلت[1] | کی اولاد نیچے تک حرام ہے (ت)

نقایہ میں ہے :

حرم اصلہ وفرعہ وفرع اصلہ القریب[2] | مرد پر اس کے اصول وفروع اور اصل قریب (باپ ماں) کے فروع حرام ہیں (ت)

شرح وقایہ میں ہے :

وبنات الاخوۃ والاخوات وان سفلت فیحرم جمیع ھؤلاء[3] | بھتیجیاں اور بھانجیاں نیچے تک سب حرام ہیں (ت)

اصلاح میں ہے :

حرم علی المرء اصلہ وفرعہ واختہ و فرعھا وفرع اخیہ[4] | مرد پر اس کے اصول وفروع اور اسکی بہن اور بھائیوں کی اولاد حرام ہے (ت)

درر میں ہے :

واختہ وبنتھا وان سفلت[5] | بہن اور اس کی بیٹیاں نیچے تک حرام ہیں (ت)

فتح القدیر میں ہے :

تدخل فی بنات الاخ والاخت بناتھن وان سفلن[6] | بھتیجیوں اور بھانجیوں میں ان کی بیٹیاں بھی نیچے تک داخل ہیں (ت)

اختیار شرح مختار وخزانۃ المفتین میں ہے :

وبنات الاخ وبنات الاخوات وان سفلن فھن محرمات بنص الکتاب نکاحا | بھتیجیاں اور بھانجیاں نیچے تک محرمات ہیں جن سے نکاح، وطی اور اس کے دواعی کی ابدی حرمت

---

[1] ملتقی الابحر باب المحرمات مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۲۳۹
[2] النقایۃ مختصر الوقایۃ کتاب النکاح نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۲
[3] شرح وقایہ المحرمات من النساء مجتبائی دہلی ۲/۱۱
[4] اصلاح
[5] درر الحکام کتاب النکاح احمد کامل الکائنۃ دار السعادت بیروت ۱/۳۲۹-۳۳۰
[6] فتح القدیر فصل فی بیان المحرمات نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۱۸

ووطأ و دواعیه علی التابید[1] — کتاب اللہ کی نص سے ثابت ہے۔ (ت)

فتاوی قاضی خاں وغیرہا میں ہے:

وبنات الاخوات وان سفلن[2] — بھانجیاں نیچے تک (ت)

محیط سرخسی و فتاوی عالمگیری میں ہے:

وکذا بنات الاخ والاخت وان سفلن[3] — یونہی بھتیجیاں اور بھانجیاں نیچے تک (ت)

انوار امام یوسف اردبیلی شافعی میں ہے:

المحرمات علی التابید بالنسب الامھات وان علت والبنات وان سفلت وبنات الاخوۃ والاخوات وان سفلت[4] — نسبی طور پر ابدی محرمات مائیں اوپر تک، بیٹیاں نیچے تک، بھتیجیاں اور بھانجیاں نیچے تک ہیں۔ (ت)

اس جاہل احمق نکاح کرنے والے پر فرض ہے کہ فوراً فوراً اس اپنی سگی بیٹی سے جدا ہوجائے اور اس اجہل اضل عالم ظالم پر لازم کہ از سر نو کلمہ اسلام پڑھے اپنے اس ناپاک ملعون فتوے سے توبہ کرے اپنی عورت سے نکاح از سر نو کرے۔ "اعلام بقواطع الاسلام" میں ہے:

ومن ذلک ای من المکفرات ان یستحل محرما بالاجماع کالخمر واللواط ولو فی مملوکه الخ[5] — کافر بنانے والی چیزوں میں سے کسی ایسی چیز کو حلال بنالینا جس کی حرمت پر اجماع ہے مثلاً شراب، لواطت خواہ اپنے مملوک سے ہو الخ (ت)

خلاصہ و ہندیہ میں ہے:

من اعتقد الحرام حلالا او علی القلب یکفر[6]۔ — جو شخص حرام کو حلال یا حلال کو حرام کرنے پر عقیدہ رکھے وہ کافر ہے (ت)

الٰہی! اس زمانۂ پُر فتن کے ہر فتنہ و شر سے تیری پناہ، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

---

[1] الاختیار لتعلیل المختار — فصل فی المحرمات — دار فراس للنشر والتوزیع بیروت — ۳/۸۵

[2] فتاوی قاضی خاں — باب فی المحرمات — نولکشور لکھنؤ — ۱/۱۶۵

[3] فتاوی ہندیہ — فی بیان المحرمات — نورانی کتب خانہ پشاور — ۱/۲۷۳

[4] الانوار لاعمال الابرار

[5] الاعلام بقواطع الاسلام — ملحق بسبل النجاۃ — مکتبۃ حقیقۃ دار الشفقت استنبول ترکی — ص ۳۵۳

[6] فتاوی ہندیہ — احکام المرتدین — نورانی کتب خانہ پشاور — ۲/۲۷۲

مسئلہ ۲۰۲ از نواب گنج ضلع بریلی مکان تحصیلدار ظہور الاسلام صاحب مرسلہ حضرت سید نور عالم میاں صاحب مارہروی
۵ رجب ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرعِ شریف اساطین فرقہ اہلِ سنّت و جماعت متبعین ملتِ حنفیہ اس باب میں کہ ایک شخص نے اپنی بی بی کی زندگی میں اس کی خواہرِ حقیقی علیٰتی سے نکاح کیا اور بعد نکاحِ خواہرِ زن مگر قبل خلوتِ صحیحہ یا اس سے خلوتِ صحیحہ کے بعد پہلی بی بی کو طلاق دے دی ان دونوں صورتوں میں یہ نکاح عند الشرع درست و جائز ہُوا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

جب ایک بہن نکاح میں ہو دُوسری سے نکاح حرام قطعی ہے،

قال اللہ تعالٰی وان تجمعوا بین الاختین[1] اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: حرام ہے دونوں بہنوں کو جمع کرنا۔ (ت)

تو یہ نکاح ضرور حرام و ناجائز ہوا اور پہلی زوجہ کو اس نکاح فاسد کے بعد پیش از خلوت خواہ بعد خلوت طلاق دے دینا اُس حرام کو حلال اُس فاسد کو صحیح اُس ناجائز کو جائز نہیں کرسکتا، علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اگر اوّلاً زوجہ کو طلاق دے اور ہنوز اس کی عدت نہ گزری ہو کہ اس کی بہن سے نکاح کرلے یہ نکاح حرام ہوگا تو یہاں کہ پہلے اس کی خواہر سے نکاح کرلیا بعد کو طلاق دی کیونکر حلال ہوسکتا ہے۔ درمختار میں ہے:

حرم الجمع بین المحارم نکاحا وعدۃ ولو من طلاق بائن[2] وہ عورتیں جو آپس میں محرم ہوں ان کو نکاح اور عدت خواہ طلاق بائن کی عدت ہو، میں جمع کرنا حرام ہے۔ (ت)

شخص مذکور پر فرض ہے کہ فوراً فوراً اس دوسری کو چھوڑ دے پھر اگر پہلی کی عدت گزر چکی ہے تو اُسے اختیار ہوگا کہ اُس دُوسری کو چھوڑ کر ابھی معاً اس سے نکاح کرلے ورنہ اتنا انتظار فرض ہے کہ اُس پہلی کی عدت گزر جائے اُس کے بعد اُس دوسری سے نکاح صحیح بروجہ شرعی کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۳ ۵ رجب ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ معاذ اللہ ساس سے زنا کے باعث جب منکوحہ حرام ہوجائے تو اس سے پردہ بھی فرض ہوجاتا ہے یا وہ مثل محارم کے ہوجاتی ہے کہ دیکھنا، چھونا، تنہا مکان میں رہنا جائز ہے۔ بیّنوا توجروا

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

[2] درمختار فصل فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۸

الجواب

مذہب اصح یہی ہے کہ حرمتِ مصاہرت اگرچہ معاذ اللہ زنا سے ناشئ ہُوئی ہو عورت کو مثلِ محارم کے کردیتی ہے تو نظر ومس بر شہوت تو قطعاً حرام ہوگئے اور بلا شہوت میں حرج نہیں جبکہ اپنے یا عورت کے لیے حدوثِ شہوت کا اندیشہ نہ ہو، بحالتِ اندیشہ بلا شہوت بھی دیکھنا چھُونا حرام ہوگا بلکہ اگر شک بھی ہو کہ شاید مجھے یا عورت کو شہوت پیدا ہو، نہ ہو جب بھی حکمِ حرمت ہے، اور تنہا ایک مکان میں جانے کی تو اصلاً اجازت نہیں کہ یہ خواہی نخواہی مظنّۂ شہوت ہے خصوصاً منکوحہ میں جو ایک زمانے تک اس کے نکاح میں رہ چکی اور باہم حجاب و تکلف مرتفع رہا تھا تو عندالانصاف جبکہ منکوحہ سے معاذ اللہ حرمتِ مصاہرت پیدا ہو اُسے مثل اجنبیہ تصوّر کرنے ہی میں احتیاط ہے و باللہ العصمۃ، درمختار میں ہے:

ینظر الرجل من محرمہ ھی من لایحل له نکاحہا ابدا بنسب او بسبب ولو بزنا، الی الرأس والوجه والصدر والساق والعضدان امن شہوته وشہوتہا والا لم یأمن اوشك لایحل النظر والمس، کشف الحقائق لابن سلطان و المجتبٰی اھ[1] ملتقطا۔

محرم وُہ عورت ہے جس سے ابدی طور پر نکاح حرام ہو، نسب کی وجہ سے محرم ہو یا کسی سبب کی وجہ سے، وہ سبب زنا ہی کیوں نہ ہو۔ شہوت کا خدشہ نہ ہو تو ایسی محرم عورتوں کے سر، چہرہ، سینہ، پنڈلی اور بازو کو دیکھنا مرد کے لیے جائز ہے، اور اگر مرد یا عورت کو شہوت کا خدشہ ہو یا کوئی ان میں سے حالتِ شہوت میں ہو تو پھر محرم کو چھُونا اور دیکھنا جائز نہیں، کشف الحقائق ابن سلطان اور مجتبٰی اھ ملتقطا (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله ولو بزنا ای ولو کان عدم حل نکاحہا له بسبب زناہ باصولہا او فروعہا قال الزیلعی وقیل انہا کالاجنبیة والاول اصح اعتبارا للحقیقة لانہا محرمة علیه علی التابید[2]۔

اس کا قول "اگرچہ زنا سے ہو" یعنی اس سے نکاح حلال نہ ہونے کی وجہ اس کے اصول یا فروع سے زنا ہو۔ زیلعی نے کہا کہ ایسی عورت کا چھُونے اور دیکھنے میں اجنبی عورت جیسا حکم ہے جبکہ پہلا قول اصح ہے کیونکہ اس کے ابدی حرام ہونے کی حقیقت کا اعتبار رہوگا۔ (ت)

اُسی میں ہے:

قوله او شك معناہ استواء الامرین

اس کا قول "او شك" اس کا معنٰی یہ ہے کہ شہوت اور

---

[1] درمختار — فصل فی النظر والمس — مجتبائی دہلی — ۲/۲۴۱

[2] ردالمحتار — " " — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۵/۲۳۵

تاتارخانیہ۔[1] عدم شہوت دونوں کا احتمال مساوی ہو، تاتارخانیہ (ت)

درمختار میں ہے:

والخلوۃ بالمحرم مباحۃ الا الاخت رضاعا والصھرۃ الشابۃ۔[2]

محرم عورتوں سے خلوت مباح ہے مگر رضاعی بہن اور جوان ساس سے جائز نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال فی القنیۃ وفی استحسان القاضی الصدر الشھید وینبغی للاخ من الرضاع ان لایخلو باختہ من الرضاع لان الغالب ھناك الوقوع فی الجماع، اھ، وافاد العلامۃ البیری ان ینبغی معناہ الوجوب ھنا[3] اھ مافی رد المحتار **قلت** فاذا کان الغالب ذلك فی الاخت رضاعا فما ظنك فی التی کانت تحتہ زمانا وقد ذاق کل عسیلۃ صاحب، نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

قنیہ اور قاضی الصدر الشہید کے استحسان میں ہے کہ رضاعی بھائی کو رضاعی بہن کے ساتھ تخلیہ مناسب نہیں کیونکہ تخلیہ جماع کا موجب ہوتا ہے، غالب یہی ہے اھ، اور علامہ بیری نے مفید بات کی ہے کہ یہاں ینبغی کا معنی وجوب ہے۔ ردالمحتار کا بیان ختم ہوا۔ **قلت** (میں کہتا ہوں کہ۔ ت) جب رضاعی بہن کے متعلق غالب امر یہ ہے تو اس عورت کے بارے میں کیا خیال ہے جو مدت بھر اس کی بیوی رہی ہو اور یہ مرد وعورت دونوں ایک دوسرے سے لطف اندوز ہوتے رہے ہوں۔ ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت کی دُعا کرتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰۲: از مارہرہ مطہرہ مدرسہ درگاہ معلٰے مرسلہ مولوی رحمت اللہ صاحب ۱۰ رجب المرجب ۱۳۱۰ھ

زید نے ہندہ کے ساتھ عرصہ پندرہ برس کا ہوا کہ نکاح کیا، لڑکا بھی پیدا ہوا پھر زید چلا گیا اور اب تک اس کی خبر نہ لی، نہ نان نفقہ دیا، چندبار اس کو واسطے دینے طلاق کے تحریر کیا، جواب نہ دیا، اب ہندہ دوسرا عقد کرنا چاہتی ہے بخیال حالات زمانہ نہ معلوم کیا امر نامناسب آئندہ پیش آئے، اس وقت بجز ندامت اہل دنیا و الزام شرع کچھ سُود نہ ہوگا، پس یہ از رُوئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

---

[1] ردالمحتار فصل فی النظر والمس دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۳۵
[2] درمختار 〃 〃 〃 مجتبائی دہلی ۲/۲۴۱
[3] ردالمحتار 〃 〃 〃 داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۳۶

الجواب

جب تک موت یا طلاق نہ ہو حرام ہے،

قال اللہ تعالٰی والمحصنٰت من النساء[1] اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: شادی شدہ عورتیں (ت)

چارہ کار نالش ہے ورنہ صبر، ورنہ یہ نکاح خود کیا حرام نہ ہوگا تو وہم آئندہ سے بچنے کے لیے قصداً حرام کاری کے کیا معنے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۵ تا ۲۰۸: از بنگالہ ضلع سلہٹ ڈاکخانہ کمال گنج موضع پھول ٹولی مرسلہ مولوی عبدالغنی صاحب ۱۹ شوال ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) سید سید شیخ شیخ پٹھان پٹھان، آیا ان قوموں میں بڑے بھائی کی لڑکی اور چھوٹے بھائی کا لڑکا اس صورت میں نکاح جائز ہے یا نہیں؟

(۲) زید وعمرو حقیقی چچازاد بھائی ہیں اب زید عمرو کی دختر کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے جائز ہے یا نہیں؟ اور غیر حقیقی میں کیا حکم ہے؟

(۳) آپس میں بھائی اور بہنوں سوائے نسبی اور رضاعی کے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

(۴) زید کا دادا غیر حقیقی ہے اب زید اس غیر حقیقی دادا کی دختر سے نکاح کرنا چاہتا ہے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ان سب صورتوں میں یعنی اپنے حقیقی چچا کی بیٹی یا چچا زاد بھائی کی بیٹی یا غیر حقیقی دادا کی اگرچہ وہ حقیقی دادا کا حقیقی بھائی ہو، اور رشتے کی بہن جو ماں میں ایک نہ باپ میں شریک نہ باہم علاقہ رضاعت جیسے ماموں خالہ پھوپھی کی بیٹیاں یہ سب عورتیں شرعاً حلال ہیں جبکہ کوئی مانع نکاح مثل رضاعت ومصاہرت قائم نہ ہو۔

قال اللہ تعالٰی واحل لکم ما وراء ذٰلکم[2] اللہ تعالٰی نے فرمایا: محرمات کے علاوہ عورتیں تمھارے لیے حلال ہیں۔ (ت)

نقایہ میں ہے:

حرم اصلہ وفرعہ وفرع اصلہ القریب مرد پر اس کے اصول وفروع اور اصل قریب (ماں باپ)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۴

[2] " " ۴/ ۲۴

وصلبیۃ اصلہ للبعید۔[1]

کے فروع (بہن بھائی) اور اصل بعید (دادا اور اوپر والے) باپوں کے صُلبی رشتے حرام ہیں۔ (ت)

درمختار میں ہے:

حلال بنت عمہ وعمتہ وخالہ وخالتہ لقولہ تعالٰی واحل لکم ماوراء ذٰلکم[2] اھ قلت ویدخل فیھم اعمام ابیہ وجدہ وان علا وامہ وجدتہ وان علت وعماتھم واخوالھم وخالاتھم کمادخلن فی قولہ تعالٰی وعمّٰتکم وخٰلٰتکم کمافی التبیین۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

چچا، پھوپھی، ماموں اور خالہ کی لڑکیاں حلال ہیں، کیونکہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ محرمات کے ماسوا سب عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں۔ قلت (میں کہتا ہوں۔ت) ان میں ماں، باپ، دادا اور دادی کے چچوں اور ان کے ماموں، خالاؤں اور پھوپھیوں کی بیٹیاں بھی حلال ہونے میں داخل ہیں، جیسا کہ تبیین میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰۹: مرسلہ مولوی عبدالحمید صاحب ۶ محرم ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی دو بہنیں اور ایک بیٹی ہے اور اُن کا نکاح بھی ہوگیا ہے، اب آیا زید کی بیٹی کو زید کی دونوں بہنوں کے شوہر سے پردہ کرنا واجب ہے یا نہیں؟ اور بعد مرنے ایک ہمشیرہ کے اُس کے شوہر سے زید کی لڑکی کا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؛ اور اس سے بھی پردہ اس حالت میں ہے یا نہیں؛ اور جس بہن کا شوہر زندہ ہے اُس سے بھی نکاح درست ہے یا نہیں؛ بیّنوا بالدلیل توجروا باجرالجزیل۔

الجواب

پھوپھی یا خالہ یا بہن اور اسی طرح جتنی عورات عورت کی محارم ہیں ان کی زندگی میں ان کے شوہروں سے عورت کا نکاح اگرچہ حرام،

واصلہ قولہ عزوجل وان تجمعوا بین الاختین[3] وفی الحدیث لاتنکح المرأۃ علی عمتھا ولا علی

اور اس کا اصل ــــ اللہ تعالٰی کا یہ ارشاد "حرام ہے دو بہنوں کو جمع کرنا" اور حدیث میں ہے کہ پھوپھی اور

---

[1] مختصر الوقایۃ فی مسائل الھدایۃ کتاب النکاح نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۲

[2] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۷

[3] القرآن الکریم ۴/۲۳

خالتها[1] خالہ کے ہوتے ہوئے ان کی بھتیجی اور بھانجی سے نکاح نہ کیا جائے۔(ت)

مگروہ عورت کے محارم نہیں ہوجاتے کہ اُن سے نکاح صرف اُس حالت تک حرام جب تک اُس کی پھوپھی یا خالہ یا بہن یا کوئی محرم عورت ان کے نکاح میں ہے بعد افتراق بموت یا طلاق اُن کے شوہروں سے عورت کا نکاح حلال ہے اور محرم وُہ ہوتا ہے جس سے کبھی کسی حال میں نکاح نہ ہو سکے اس کی حرمت ابدیہ ہو جیسے باپ، بیٹا، بھائی، بھتیجا، بھانجا وغیرہم، اور جو محرم نہیں وہ اجنبی ہے اس سے پردہ کا ویسا ہی حکم ہے جیسے اجنبی سے، خواہ فی الحال اس سے نکاح ہو سکتا ہو یا نہیں، اگر حرمت فی الحال عدم پردہ کے لیے کافی ہو تو چاہیے کہ زن شوہر دار کا تمام جہان میں کسی سے پردہ نہ ہو کہ جب تک وُہ اپنے شوہر کے عقد عصمت میں ہے کسی کو اس سے نکاح روا نہیں۔ قال اللہ تعالٰی، والمحصنٰت من النساء[2] (منکوحہ عورتیں حرام ہیں۔ت) اسی طرح جس مرد کے نکاح میں چار عورتیں موجود ہوں چاہیے کہ اس سے کسی عورت شوہر دار خواہ بے شوہر کا پردہ نہ ہو کہ جب تک ان چار میں سے کسی سے بذریعہ موت یا طلاق جدائی نہ ہو پانچواں نکاح اسے حلال نہیں، غرض یہ سب ہندی ہوسیں اور جاہلانہ رسمیں ہیں، شرع مطہر میں پھوپھا اور خالو اور بہنوئی اور جیٹھ اور دیور اور چچا، پھوپھی، خالہ، ماموں کے بیٹوں اور راہ چلتے اجنبی سب کا ایک حکم ہے بلکہ ان سے زیادہ احتیاط لازم ہے کہ نرے اجنبی سے طبعی حجاب ہوتا ہے نہ اُسے جلد ہمت پڑ سکتی ہے نہ وُہ بے تکلف گھر میں آسکتا ہے بخلاف ان کے۔ولہذا حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی گئی یارسول اللہ ارأیت الحمو یارسول اللہ! جیٹھ دیور کا حکم ارشاد ہو، فرمایا، الحمو موت[3] یہ تو موت ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ اس بیان سے تمام مراتب سوال کا جواب منکشف ہوگیا، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۰ از عثمان پور ڈاک خانہ کوٹھی ضلع بارہ بنکی مرسلہ محمد حسن یار خاں صاحب

۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی سُنّی المذہب کو اپنی دختر شیعی تبرائی و قاذف حضرت

---

[1] صحیح مسلم باب تحریم الجمع بین المرأۃ وعمتہا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۵۳
صحیح بخاری باب لاتنکح المرأۃ علی عمتہا 〃 〃 〃 ۱/۷۶۶
[2] القرآن الکریم ۴/۲۴
[3] مسند امام احمد بن حنبل حدیث عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۴/۱۴۹

صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے عقد نکاح میں دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے اور کوئی سُنّی باوجود ناجائز سمجھنے کے بھی ایسا کرے تو اس کی بابت شرعاً کیا حکم ہے؟ جواب مختصر و مدلل مرحمت فرمایا جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

معاذ اللہ رافضی قاذف باجماعِ مسلمین کافر ملعون ہے یہاں تک کہ جو اُسے کافر نہ جانے خود کافر ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

لاشك فی تکفیر من قذف السیدۃ عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا الخ[1]

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا پر تہمت لگانے والے کے کفر میں کوئی شک نہیں الخ (ت)

اسی کے باب البغاۃ میں ہے:

لان ذلك تکذیب صریح القرآن[2]

کیونکہ تصریح قرآن کی تکذیب ہے۔ (ت)

جو شخص اپنی دختر یا خواہر ایسے کے نکاح میں دے وہ یقیناً دیوث ہے، وہ اپنی بہن بیٹی کو صریح زنا کے لیے دینے والا ہے، حدیث ارشاد فرماتی ہے کہ اس پر جنّت حرام ہے اللہ تعالٰی روزِ قیامت اُس پر نظرِ رحمت نہ فرمائیگا۔

احمد والنسائی والحاکم عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند حسن عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، ثلثۃ لاینظر اللہ الیھم یوم القیامۃ العاق لوالدیہ والمرأۃ المترجلۃ المتشبھۃ بالرجال والدیوث[3]

(احمد، نسائی اور حاکم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے سندِ حسن کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کیا۔ ت) تین شخصوں پر اللہ تعالٰی روزِ قیامت نظر نہ کرے گا ماں باپ کو آزار دینے والا اور مردانی عورت یعنی مردوں کی وضع بنانے والی اور دیّوث۔

وروی الحاکم والبیھقی فی الشعب بسند صحیح عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثلثۃ لایدخلون الجنۃ العاق لوالدیہ

(حاکم اور بیہقی نے شعب الایمان میں بسندِ صحیح روایت کیا ہے کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا۔ ت) تین شخص جنت میں نہ جائیں گے ماں باپ کا نافرمان اور

---

[1] ردالمحتار | باب المرتد | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۳/ ۲۹۴
[2] ؍؍ | باب البغاۃ | ؍؍ ؍؍ ؍؍ | ۳/ ۳۱۰
[3] مسند احمد بن حنبل | مروی از مسند عبداللہ بن عمر | دارالفکر بیروت | ۲/ ۱۳۴
سنن النسائی | کتاب الزکوٰۃ | نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی | ۱/ ۳۵۷

والدیوث والرجلۃ النساء[1]۔

دیوث اور مردوضع عورت۔

الطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما، ثلثۃ لایدخلون الجنۃ ابدا الدیوث والرجلۃ من النساء ومدمن الخمر[2]۔

(طبرانی نے کبیر میں سندِ حسن کے ساتھ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت) تین شخص جنت میں کبھی نہ جائیں گے: دیوث اور مردانی وضع کی عورت اور شرابی۔

والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۱ ـ ۲۱۲ از موضع مذکور بوساطت نواب نثار احمد خاں صاحب بریلوی ۱۷ ربیع الاول شریف ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) زید باوجود علم ہونے کے حقیقی دو بہنوں کو اپنے عقد میں لایا اور دونوں کے ساتھ اوقات بسر کرتا ہے، اہلِ اسلام اس حرکت سے مانع ہُوئے لیکن زید نے کچھ خیال نہ کیا، نہ دونوں میں سے کسی کو جُدا کیا، مسلمانوں نے مجبور ہوکر زید سے اجتناب اختیار کیا مگر بعض اشخاص نے زید کا ساتھ دیا تو از روئے شرع شریف مسلمانوں کا یہ اجتناب حق ہے یا نہیں؟ اور زید و نیز اس کے ہمراہیوں کے یہاں خورونوش اور سلام علیک جائز ہے یا نہیں؟ اور زید کون سی عورت جائز ہے اولٰی یا ثانیہ؟ یا دونوں ناجائز ہیں؟ جواب مدلل مرحمت فرمائیے، بینوا توجروا۔

(۲) سُنّی کو اپنی دختر شیعی کے نکاح میں دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے اور کوئی سُنّی باوجود ناجائز سمجھنے کے ایسا کرے تو اس کی بابت شرعًا کیا حکم ہے اور جو کہ سُنّی و شیعہ کی قرابت زمانہ سلف سے اس وقت تک جاری ہے اس کا کیا باعث ہے آیا اس وقت میں علمائے دین نے اس طرف کچھ توجہ نہیں فرمائی یا اُس وقت کے شیعہ سے اِس وقت کے شیعہ میں کچھ فرق ہے؟ اس کی وجہ مدلل زیبِ قلم فرمائیے کہ سائل کی خلش و معترضین کا اعتراض دفع ہو جواب مختصر و مدلل مرحمت فرمایا جائے، بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) اولٰی و ثانیہ کہنے سے واضح ہُوا کہ دونوں سے معًا نکاح نہ کیا تھا اس صورت میں ثانیہ سے نکاح

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب الایمان ثلاثۃ لایدخلون الجنۃ الخ دار الفکر بیروت ۱/ ۷۲
شعب الایمان باب فی الغیرۃ والمذاء الخ دار الکتب العلمیہ بیروت ۷/ ۴۱۲

[2] مجمع الزوائد باب فیمن لایرضی لاہلہ بالخبث دار الکتاب بیروت ۴/ ۳۲۷

حرام ہُوا لقولہ تعالیٰ : وان تجمعوا بین الاختین[1] (حرام ہے دو بہنوں کو جمع کرنا۔ت) اور جب تک اسے ہاتھ نہ لگایا تھا زوجہ حلال تھی اسے ہاتھ لگاتے ہی وہ بھی حرام ہوگئی، اب جب تک اس دوسری کو چھوڑ کر اس کی عدت نہ گزر جائے زوجہ کو بھی ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں۔ زید پر فرض ہے کہ اسے ترک کردے۔ جب اس کی عدت بعد متارکہ گزر جائے گی اُس وقت زوجہ اس کے لیے حلال ہوگی۔

فی ردالمحتار الثانی باطل ولہ وطء الاولٰی الا ان یطأ الثانیۃ فتحرم الاولٰی الی انقضاء عدۃ الثانیۃ کما لو وطی اخت امرأتہ بشبھۃ حیث تحرم امرأتہ مالم تنقض عدۃ ذات الشبھۃ ح عن البحر[2]۔

ردالمحتار میں ہے: دوسرا نکاح باطل ہے، اس کو پہلی سے وطی جائز ہے، لیکن اگر دوسری سے وطی کرلی تو پہلی دُوسری کی عدت گزر جانے تک حرام ہوگی جیسا کہ اگر شُبہ کے طور بیوی کی بہن سے وطی ہوجائے تو بیوی اُس وقت تک حرام رہتی ہے جب تک شبہ والی کی عدت نہ گزر جائے، حلبی بحوالہ بحر۔ (ت)

مسلمانوں کا یہ اجتناب حق ہے، قال اللہ تعالیٰ: فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین[3]۔ ظالموں کے ساتھ یاد آنے پر مت بیٹھو۔ (ت)

زید سے، جب تک تائب نہ ہو، ابتدا بسلام ممنوع ہے کہ وہ فاسق معلن اور گناہ کبیرہ پر مُصر ہے۔

فی الدرالمختار یکرہ السلام علی الفاسق لو معلنا[4] الخ وفی ردالمحتار عن فصول العلامی لایسلم علی الشیخ المازح الکذاب واللاغی ولا علی من یسب الناس اوینظر وجوہ الاجنبیات ولا علی الفاسق المعلن ولا علی من یغنی اویطیر الحمام مالم تعرف توبتھم[5]۔

درمختار میں ہے کہ فاسق کو سلام کرنا مکروہ ہے بشرطیکہ وہ اعلانیہ فسق کرتا ہو الخ، اور ردالمحتار میں ہے فصول علامی سے مروی ہے کہ جھُوٹے اور مذاق کرنے والے بُوڑھے، لغویات بولنے والے، لوگوں کو گالی گلوچ کرنے والے، اجنبی عورتوں کو دیکھنے والے، اعلانیہ فسق کرنے والے، گانے والے اور کبوتر بازی کرنے والے کو اُس وقت تک سلام نہ کیا جائے جب تک اس کی توبہ کا علم نہ ہوجائے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

[2] ردالمحتار باب المحرمات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۸۶

[3] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[4] درمختار فصل البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۱

[5] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دار احیاء التراث بیروت ۵/ ۲۶۷

اور اس کے ساتھ کھانے پینے سے بھی احتراز چاہیے۔ سنن ابی داؤد و جامع ترمذی میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لما وقعت بنو اسرائیل فی المعاصی نھتھم علماؤھم فلم ینتھوا فجالسوھم فی مجالسھم و اٰکلوھم وشاربوھم فضرب اللہ قلوب بعضھم ببعض فلعنھم علٰی لسان داؤد و عیسٰی بن مریم[1] الحدیث۔

جب بنی اسرائیل گناہوں میں پڑے اُن کے مولوی مانع آئے انھوں نے نہ مانا، اب وہ مولوی ان کے پاس بیٹھے، ساتھ کھانا کھایا پانی پیا تو اللہ تعالٰی نے اُن میں ایک کے دل دوسرے پر مارے اور ان سب کو ملعون کردیا داؤد اور عیسٰے بن مریم علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زبان پر۔ (الحدیث)

زید کا ساتھ دینے والے اگر خاص اس گناہ میں اس کے مدد و معاون ہوئے جب تو ظاہر کہ وہ بھی زید کے مثل بلکہ اس سے بدتر ہیں، قال اللہ تعالٰی: لا تعاونوا علی الاثم والعدوان[2] (گناہ اور دشمنی پر ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو۔ ت) حدیث میں ہے:

من مشی مع ظالم لیعینہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خرج من الاسلام[3]۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر والضیاء فی المختارۃ عن اوس بن شرحبیل رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو کسی ظالم کے ساتھ مدد دینے کو چلے اور وہ جانتا ہو کہ یہ ظالم ہے وہ اسلام سے نکل جائے (اس کو طبرانی نے کبیر میں اور ضیاء نے مختارہ میں اوس بن شرحبیل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور اگر اسی قدر ہو کہ زید سے باوصف اس حرکت کے راضی ہیں جب بھی بدلیل حدیث مذکور بنی اسرائیل شریک گناہ و مستحق توہین و تذلیل ہیں، حدیث میں ہے:

الذنب شؤم علٰی غیر فاعلہ (الٰی قولہ) وان رضی بہ شارکہ[4]۔ رواہ فی مسند الفردوس عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

یعنی گناہ کرتا ایک ہے اور اس کا وبال اوروں پر بھی پڑتا ہے کہ جو اس پر راضی ہو وہ بھی شریک گناہ ہے۔ (اس کو مسند فردوس میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] جامع ترمذی ابواب التفسیر سورۃ المائدۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۳۰

[2] القرآن ۵/ ۲

[3] المعجم الکبیر حدیث اوس بن شرحبیل حدیث ۶۱۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/ ۲۲۷

[4] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۳۱۶۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۴۹

(۲) آج کل کے عام رافضی منکران ضروریاتِ دین اور باجماعِ اُمت کفار مرتدین ہیں کما حققناہ فی فتاوٰنا و فی المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ المکفرۃ (جیسا کہ اس کی تحقیق ہم نے اپنے فتاوٰی میں اور اپنے رسالہ "المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ المکفرۃ" میں کردی ہے۔ ت) علاوہ اور کفریات کے دو کفر توان کے عالم و جاہل مرد و عورت سب کو شامل ہیں، مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کو انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے افضل ماننا، اور جو کسی غیر نبی کو کسی نبی سے افضل کہے کافر ہے، اور قرآن عظیم سے معاذ اللہ صحابہ کرام وغیرہم اہلسنت کا چند پارے یا سورتیں آیتیں گھٹا نا کچھ الفاظ تغیر تبدیل کر دینا اور جو قرآن عظیم کے ایک حرف ایک نقطے کی نسبت ایسا گمان کرے کافر ہے۔ قال اللہ تعالٰی: انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون[1] (ہم نے ذکر نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ ت) ان کے مجتہد حال نے یہ عقائد باطلہ اور دیگر عقیدۂ کفریہ صاف صاف لکھ کر اپنی مُہر کردی ان میں جو کوئی خود ان عقائد کا معتقد نہ بھی ہو تو مجتہد کو کافر ہرگز نہ کہے گا بلکہ جناب قبلہ وکعبہ ہی مانے گا اور جو منکر ضروریاتِ دین کو معظم دینی جانے یا کافر ہی نہ کہے خود کافر ہے۔ بزازیہ و درمختار وغیرہما میں ہے، من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[2] (جس نے اس کے کفر اور عذاب میں شک کیا وہ کافر ہے۔ ت) لہٰذا جزم کیا جاتا ہے کہ آج کل رافضیوں میں کوئی مسلمان ملنا ایسا ہی مشکل ہے جیسا کوّوں میں سپید رنگ، والا ایسوں کے ساتھ مناکحت تو حرام قطعی وزنائے خالص ہے جو اپنی بہن بیٹی ان کو دے دیوّث ہے، اس عقد باطل کے ذریعہ سے جو نام اس کی بہن بیٹی کو ملنے والے ہیں ان میں ہلکے نام یہ ہیں: زانیہ، فاجرہ، قحبہ، فاحشہ، روسپی، رنڈی، بدکار۔ جو اسے پسند کرتا ہو اس کبیرۂ فاحشہ پر اقدام کرے ورنہ اللہ عزوجل کے غضب سے ڈرے، اور اگر بالفرض کوئی رافضی ایسا ملے جسے مسلمان کہہ سکیں تو حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما پر صرف تبرا بھی فقہائے کرام کے نزدیک مطلقاً کفر ہے کما نص علیہ فی الخلاصۃ و الفتح والدر وغیرہا من الاسفار الغر (جیسا کہ خلاصہ، فتح، دُر وغیرہا مشہور کتب میں اس پر تصریح ہے۔ ت) تو فقہا کے طور پر ہر تبرائی کے ساتھ مناکحت میں وہی احکام ہوں گے اور بالفرض غلط اس سے بھی محفوظ ملے تو آخر گمراہ بددین ہونے میں تو شبہہ نہیں اور ایسے کو بیٹی دینا شرعاً گناہ وممنوع ہے،

کما بیناہ فی رسالۃ مفردۃ فی ھذا الباب سمیناھا ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار۔ جیسا کہ ہم نے اس کو علیحدہ ایک رسالہ میں بیان کیا ہے جو اس موضوع سے متعلق ہے جس کا نام ہم نے "ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار" رکھا ہے (ت)

ائمہ متقدمین سلف صالحین سے ہرگز یہ امر ثابت نہیں اور اگر نادرًا شاید کہیں وقوع ہوا ہو تو اس کا منشا اُس کے رفض پر اطلاع نہ پانا اور رافضی کے دین میں تقیہ ہونا وامثال ذٰلك من الاعذار (اور اس قسم کے

---

[1] القرآن الکریم ۱۵/۹
[2] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

دیگر عذر۔ ت) ہوگا اس وقت اور پہلے کے روافض میں اتنا فرق بھی ہے کہ اول اتنی آزادی نہ تھی عام طور پر انکار ضروریاتِ دین کی جرأت و تمادی نہ تھی رافضی تواب پیدا ہوئے زناکاری و حرام خواری تو اُن سے بھی ہزاروں برس پہلے رائج ہے، کیا علمائے دین نے اس طرف کچھ توجہ نہ فرمائی یا اس وقت کے زنا و اکل حرام سے اُس وقت کے زنا و حرام کو کچھ فرق ہے، حاشا علمائے دیندار ہر قرن و طبقہ و زمانہ میں منع فرماتے آئے، ماننا نہ ماننا عوام کا فعل ہے اور ہدایت کرنا نہ کرنا اللہ عزوجل کے اختیار۔ یہی حال گمراہوں سے میل جول کا ہے کہ علمائے اہلِ حق صحابہ و تابعین و ائمہ دین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین قرناً فقرناً منع فرماتے آئے، رسائل رد ندوہ خصوصاً فتوائے جدیدہ فقیر مسمّٰی بہ "فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین" ملاحظہ ہوں، پھر اگر عوام نہ مانیں یا دنیا پرست مولوی ضلالت کی طرف بُلائیں تو اس کا کیا علاج اور علمائے اہلِ حق پر کیا الزام، والی اللہ المشتکی من ضعف الاسلام (لوگوں کے ضعفِ اسلام کی شکایت اللہ تعالٰی ہی کے دربار میں ہے۔ ت) ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۳ ۸ ربیع الآخر ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے شوہر نے طلاق بائن دی، درمیان عدت کے ہندہ نے نکاح ثانی کرلیا، بعد نکاح کے قریب ایک سال کے شوہر ثانی ہندہ کا باہر چلا گیا اور کچھ خبر گیراں نہ ہوا، اب کچھ کم ایک سال کے بعد بتحریک ورثہ ہندہ و نیز بخواہش خود ہندہ کو اپنے پاس بلانا چاہتا ہے لیکن اب ہندہ و ورثہ ہندہ اس کے یہاں بھیجنے پر رضامند نہیں اور نیز یہ بھی کہتے ہیں کہ نکاح درمیان عدت کے جائز نہیں تھا اب نکاح ثالث کسی شخص دیگر سے کرنا چاہتی ہے آیا یہ نکاح بلا طلاق جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر اس دوسرے شخص کو وقتِ نکاح معلوم تھا کہ عورت ہنوز عدت میں ہے یہ جان کر اُس سے نکاح کرلیا جب تو وہ زنائے محض تھا عدت کی کچھ حاجت نہیں نہ طلاق کی ضرورت بلکہ ابھی جس سے چاہے نکاح کرے جبکہ شوہر اول کی عدت گزر چکی ہو، اور اگر اُسے عورت کا عدت میں ہونا معلوم نہ تھا تو طلاق کی اب حاجت نہیں مگر متارکہ ضرور ہے یعنی شوہر کا عورت سے کہنا کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا یا عورت کا اس سے کہہ دینا کہ میں تجھ سے جُدا ہوگئی، اس کے بعد عدت بیٹھے عدت کے بعد جس سے چاہے نکاح کرے۔ درمختار میں ہے:

لاعدۃ لوتزوج امرأۃ الغیر عالما بذلک ودخل بھا وبہ یفتی[1] دوسرے کی منکوحہ عورت سے یہ جانتے ہوئے کہ منکوحہ ہے' نکاح اور دخول کرنے سے عدت نہ ہوگی۔ اسی پر فتوٰی ہے (ت)

---

[1] درمختار باب العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۵۹

ردالمحتار میں ہے :

اما نکاح منکوحۃ الغیر ومعتدتہ فالدخول فیہ لایوجب العدۃ ان علم انھا للغیر[1]

غیر کی منکوحہ اور معتدہ کو جانتے ہوئے بھی اس سے نکاح اور دخول کی وجہ سے عدت واجب نہ ہوگی (ت)

اُسی میں ہے :

فسخ ھذا النکاح یصح من کل منھما بمحضر الاخر اتفاقا والفرق بین المتارکۃ والفسخ بعید کذا فی البحر[2]

ان مرد وعورت میں سے ہر ایک کی طرف سے اس نکاح کا فسخ باتفاق دوسرے کی موجودگی میں متارکہ سے صحیح ہوجاتا ہے کیونکہ متارکہ اور فسخ میں یہاں فرق بعید ہے، جیسا کہ بحر میں ہے۔ (ت)

اُسی میں علامہ خیر الدین رملی سے ہے : الحق عدم الفرق ولذا جزم بہ المقدسی[3] (فرق نہ ہونا ہی حق ہے، اسی لیے مقدسی نے اس پر جزم کیا ہے۔ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۴ : از شہر کہنہ لاڈلے میاں صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرح متین اس مسئلہ میں کہ زید کی حقیقی بہن کی رضاعی بہن زید کے نکاح میں آسکتی ہے یانہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

حقیقی بہن کی رضاعی بہن ہونا خود یہ رشتہ موجبِ حرمت نہیں جبکہ اس کے ساتھ کوئی وجہ حرمت نہ پائی جائے، مثلاً اگر حقیقی بہن کی رضاعی بہن یُوں ہے کہ اُس نے اس کی ماں یا باپ کا دودھ پیا ہے تو وُہ خود اس کی بھی رضاعی بہن ہُوئی اور اس پر حرام ہے، اور اگر یُوں ہے کہ زید کی بہن نے اُس لڑکی کی ماں کا دُودھ پیا یا دونوں نے تیسری عورت کا دُودھ پیا جس سے زید کو کوئی علاقہ نہیں تو اس صورت میں وُہ لڑکی زید پر حرام نہیں، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۵ : از مقام بیاورہ ایجنسی بھوپال ملک مالوہ مرسلہ محمد عاشق علی صاحب اہلکار نظامت ۲۹ ربیع الاول ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سائلہ اپنی حیات میں بخواہش اولاد چاہتی ہے کہ میرا

---

[1] ردالمحتار باب المہر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۵۰

[2] و [3] ردالمحتار " " " ۲/ ۳۵۲

شوہر میری ہمشیرہ حقیقی بیوہ کے ساتھ اپنا عقد کرلیوے اور شوہر اس کا رضامند ہے جو کچھ کہ حکم شرع شریف سے ہو آگہی بخشی جائے۔

الجواب

جب زوجہ مرجائے یا اسے طلاق دے اور عدت گزرجائے تو اُس وقت زوجہ کی بہن سے نکاح جائز ہوتا ہے بغیر اس کے حرام قطعی اور مثلِ زنا ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے: وان تجمعوا بین الاختین[1] (حرام ہے جمع کرنا دو بہنوں کو۔ ت) رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فلا تعرضن علیّ بناتکن ولا اخواتکن[2] اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو (اے میری ازواج!) مجھ پر مت پیش کرو۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۶ ۱۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا نکاح سالی کی لڑکی سے بعد فوت بی بی کے درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

زوجہ کا انتقال ہوتے ہی فوراً اس کی بھتیجی بھانجی سے نکاح جائز ہے،

لعدم الجمع نکاحا ولاعدۃ اذلاعدۃ علی الرجل کما حققہ فی العقود الدریۃ۔ بوجہ عدم اجتماع کے نکاح اور عدت میں کیونکہ مرد پر عدت نہیں ہوتی جیسا کہ عقود الدریہ میں تحقیق فرمائی۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۷ مسئولہ ثناء اللہ صاحب متصل سرائے خام ۵ جمادی الاولٰی ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی لڑکی کا نکاح کیا بعد نکاح کے چھ مہینے کے واسطے سفر کو گیا داماد کو اور اپنی بیوی کو مع لڑکی کے مکان پر چھوڑ گیا، بعد واپس آنے سفر کے دیکھا کہ بیوی منکوحہ اپنی کو حاملہ پایا، بعد تحقیقات کے معلوم ہوا کہ حاملہ داماد سے ہُوئی تھی، آیا لڑکی اُس کی داماد کے نکاح سے علیحدہ ہوگئی یا نہیں؟ اور طلاق کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اور پھر اس لڑکی کا بذمہ داماد رہا یا نہیں؟ اور زوجہ اس کی بعد وضع حمل کے اُس کی رہی یا نہیں؟ اور داماد کے نکاح میں اُس کی زوجہ

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

[2] مسند امام احمد بن حنبل خطب علی رضی اللہ عنہ و مواعظہ دار الفکر بیروت ۶/ ۳۰۹

آسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

چھ مہینے بلکہ دو سال سے ایک دن کم کے بعد واپس آکر عورت کو حاملہ پانے سے یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ وہ حمل دوسرے کا ہے، اور بدگمانی قطعی حرام ہے، اور تحقیقات اگر بذریعہ شہود ہے یعنی لوگوں نے گواہی دی کہ اس کی زوجہ نے داماد سے زنا کیا تو یہ قریب بہ ناممکن ہے، شہادت کے لیے عدالت درکار ہے، جو یہاں گویا عنقا ہے، پھر ثبوتِ زنا کے لیے چار مرد عادل کا مشاہدہ ضرور کہ اُنھوں نے اپنی آنکھ سے اُس کا اندام اُس کے بدن میں سُرمہ دانی میں سلائی کی طرح دیکھا، یہ کہاں متصوّر! لوگ محض قرائن و قیاسات پر اڑا دیتے ہیں، اس پر اعتبار حلال نہیں، اور وہ سب شرعًا اسّی اسّی کوڑے کے مستحق ہوتے ہیں۔

یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدا ان کنتم مؤمنین[1]

اللہ تعالٰے انھیں فاسق فرماتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ ایمان رکھتے ہو تو پھر ایسی بات زبان سے نہ نکالنا۔

تحقیقات کا تو یہ حال ہے یہ تو تہمتِ زنا رکھنے کا حکم تھا، ہاں ثبوتِ مصاہرت کے لیے دو گواہ بھی کافی ہیں، اگرچہ صرف مس بہ شہوت کی گواہی دیں، اور اگر کوئی گواہ نہ ہو تو عورت اور داماد اپنے حال سے خوب آگاہ ہیں اور اُن کا رب اُن سے زیادہ اُن کا حال جانتا ہے، اگر واقعی اُس نے بشہوت اُس عورت کے بدن کو صرف ہاتھ ہی لگایا تو جب بھی اس کی منکوحہ ہمیشہ کے لیے اُس پر حرام ہوگئی، وہ اُس کی بیٹی ہوگئی اور ساس تو اس کی ماں تھی ہی، اب وہ دونوں ماں بیٹیاں اس پر ابدالآباد تک حرام ہیں، کسی طرح کبھی اُن سے نکاح نہیں ہوسکتا، اُس پر فرض ہے کہ اپنی زوجہ کو چھوڑ دے اور اُس کا مہر ادا کر دے۔ زوجۂ زید بدستور نکاح میں ہے زنا کے سبب اس کے نکاح میں خلل نہ آیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۸
۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نے نکاحِ ثانی کیا، اس کے ایک لڑکی شوہر اوّل سے ہے، اب اُس کا نکاح شوہرِ ثانی کے بھائی سے کرنا چاہتی ہے جو اس لڑکی کا سوتیلا چچا ہے، یہ نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ماں کا شوہر ثانی نہ اپنا باپ ہے نہ اس کا بھائی اپنا چچا نہ سگا نہ سوتیلا۔ سوتیلا چچا وہ ہے کہ اپنے

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۷

باپ کا سوتیلا بھائی ہو، نہ وہ کہ سوتیلے باپ کا بھائی ہو، یہ نکاح حلال ہے، قال تعالیٰ: واحل لکم ما وراء ذٰلکم[1] (محرمات کے ماسوا عورتیں تمہارے لیے حلال کی گئی ہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱۹ ۲۰ رجب المرجب ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس امر میں کہ زید کے پدر و مادر سے خسر اور خوشدامن کو بوجہِ ناروا ناراضی پیدا ہوئی لہذا زید کی زوجہ کو خسر و خوشدامن نے طلب کیا، زید اور پدر و مادرِ زید نے کہا کہ ناراضی فیمابین کی دُور ہوجائے تو زوجہ کو بھیجیں گے، اس پر بکر کے مکان سے کہ وہاں بتقریب دنیاوی زوجہ زید کی گئی تھی زبردستی جاکے خسر کے بھیجے ہُوئے آدمی اور خوشدامن زوجہ کو لے گئے اب جب زید نے چاہا کہ میری زوجہ میرے گھر آئے تو خسر اور خوشدامن مجیب ہُوئے کہ زید نے تو طلاق دے دی اور جھُوٹے گواہ بھی بنائے، اور ارادہ دوسرے شخص سے نکاح کرنے کا خسر و خوشدامن رکھتے ہیں، پس یہ نکاحِ ثانی بدون طلاق زوج اول کے جائز ہوگا یا ناجائز اور وطی زوج ثانی سے حرام ہوگی یا حلال؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جبکہ صورت واقعہ یہ ہے تو نکاحِ ثانی محض باطل ہوگا اور زوج ثانی سے وطی نری زنا ہوگی، جتنے لوگ اس سخت شدید کبیرۂ عظیمہ میں اس حال سے آگاہ ہوکر شریک ہوں گے سب سخت گنہگار و مستحقِ عذاب نار ہوں گے اور اُن میں پہلے عذابِ دوزخ کا استحقاق جھُوٹے گواہوں کو ہوگا جن کی ناپاک گواہی ایسے ناپاک فاحشہ بات کی تمہید ہوگی۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس منا من خبب امرأۃ علی زوجھا۔[2] رواہ الامام احمد وابن حبان والبزار والحاکم و قال صحیح واقرہ عن بریرۃ وابوداؤد والحاکم بسند صحیح عن ابی ھریرۃ وابویعلی بسند جید والطبرانی فی الاوسط عن ابن عباس و فی الصغیر ونحوہ فی الاوسط عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

جو کسی عورت کو اس کے شوہر سے بگاڑ دے وہ ہمارے گروہ سے نہیں (اسے امام احمد، ابن حبان، بزار اور حاکم نے صحیح کہہ کر اور دوسروں نے ثابت مان کر حضرت بریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے اور ابوداؤد اور حاکم بسندِ صحیح ابوہریرہ سے اور ابویعلٰی نے سندِ جید سے اور طبرانی نے اوسط میں ابن عباس سے اور طبرانی صغیر میں اوسط کی مثل عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۴

[2] سُنن ابی داؤد کتاب الطلاق باب فیمن خبب امرأۃ علی زوجہا آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۹۶

جب کسی کی عورت کو شوہر سے بگاڑ دینے پر یہ حکم ہے تو معاذ اللہ عورت کو شوہر سے توڑ کر دوسرے کے نکاح میں کرادینا کیسا اشد و اخبث ظلم ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عدلت شھادۃ الزور بالاشراك باللّٰه، عدلت شھادۃ الزور بالاشراك باللّٰه، عدلت شھادۃ الزور بالاشراك باللّٰه، ثم قرأ فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور[1]۔ رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ عن خریم بن فاتك رضی اللّٰه تعالٰی عنه۔

جھوٹی گواہی بُت پُوجنے کے برابر کی گئی، جھوٹی گواہی بُت پُوجنے کے برابر کی گئی، جھوٹی گواہی بُت پوجنے کے برابر کی گئی (تین بار اسے فرما کر) حضور نے یہ آیت اُس کی سند میں پڑھی کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے بچو ناپاکی سے کہ وُہ بُت ہیں اور بچو جُھوٹی گواہی سے۔ (اس کو ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے خزیم بن فاتک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

نیز حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لن تزول قدما شاھد الزور حتی یوجب اللّٰه له النار[2]۔ رواہ ابن ماجۃ والطبرانی فی الکبیر والحاکم وصحح سندہ عن ابن عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنھما۔

ہرگز جُھوٹے گواہ کے پاؤں جگہ سے ہٹنے نہ پائیں گے کہ اللہ تعالٰے اس کے لیے جہنم واجب کر دے گا۔ (اسے طبرانی نے کبیر میں اور ابن ماجہ اور حاکم نے سند کو صحیح قرار دے کر عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت)

جب مطلق جُھوٹی شہادت کا یہ وبال ہے جس میں پیسہ دو پیسہ مال پر جُھوٹی گواہی بھی داخل تو شہادت کذب سے کسی کے ناموس کو برباد کردینا کس قدر سخت موجب غضبِ الٰہی ہوگا والعیاذ باللہ تعالٰی، اللہ تعالٰی مسلمانوں کو ہدایت دے۔ آمین! واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۰: از بدایوں مولوی ٹولہ مسئولہ شیخ نذر اللہ صاحب ۳۰ شوال ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک مسجد کا امام ہے ایک عورت اس کے نکاح میں تھی، بعدہٗ اس کی حقیقی بہن سے نکاح کرلیا، اب وہ دونوں سگی بہنیں اُس کے پاس ہیں، جب اُس سے کہا جاتا ہے

---

[1] سنن ابی داؤد باب فی شہادۃ الزور آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۵۱-۱۵۰
سنن ابن ماجہ " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۷۳

[2] " " " " " " "

تو کہتا ہے یہ امام شافعی کے مذہب میں جائز ہے۔ اس صورت میں اسے امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

دو بہنوں کا ایک شخص کے نکاح میں ہونا حرام قطعی ہے، اس کی حرمت ایسی نہیں کہ کسی امام نے اپنے اجتہاد سے نکالی ہو جس میں دوسرے امام کو خلاف کی گنجائش ہو، نہ اس کی حرمت کسی حدیثِ احاد سے ہے کہ جسے وہ حدیث نہ پہنچے یا اس کی صحت اُسے ثابت نہ ہوئی وہ انکار کرسکے بلکہ اس کی حرمت قرآن عظیم نے خاص اپنی نص واضح صریح سے ارشاد فرمائی ہے کہ:

حرمت علیکم امھاتکم وبنٰتکم واخواتکم (الٰی قولہ عزوجل) وان تجمعوا بین الاختین[1] الآیۃ۔

حرام کی گئیں تم پر تمھاری مائیں اور تمھاری بیٹیاں اور تمھاری بہنیں، (اللہ عزوجل کے اس قول تک) اور یہ کہ اکٹھی کرو دو بہنیں۔ الآیۃ

دیکھو جس طرح آدمی پر اُس کی ماں بہن بیٹی حرام ہے اسی طرح دو بہنوں کو جمع کرنا اس پر حرام ہے۔ زید نے امام شافعی پر سخت جھوٹ افترا کیا اور اب تک تو وہ اس ناپاک فعل سے فقط حرام کار و مرتکب کبیرہ و مستحق عذابِ نار تھا اب اُسے مسلمانوں کے اماموں میں مختلف فیہ مان کر اس کی حرمت قطعیہ کا منکر ہوا اور اُس کا کام سرحد کفر تک پہنچا، اُس کا معاملہ بہت سخت ہوگیا اُسے امام بنانا حرام ہے اُس کے پیچھے نماز محض باطل ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ جب تک وہ اپنے اس ناپاک فعل سے باز نہ آئے اُس دوسری کو الگ کرکے جدا نہ کرے اپنے اُس نجس قول سے توبہ نہ کرے نئے سرے سے تجدید اسلام نہ کرے جب تک اُس کے پاس نہ بیٹھیں اُس سے میل جول نہ کریں ورنہ خوف کریں کہ اس کی آگ انھیں بھی نہ پھونک دے۔ قال اللہ تعالٰی:

واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ۔[2] واللہ تعالٰی اعلم

ایسے فتنہ سے بچو جو صرف ظالموں تک محدود نہ رہے گا (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۱: مسئولہ مولوی عبدالکریم صاحب ساکن امرتسر کٹرہ حکیماں نزیل بریلی ۵ محرم الحرام ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے دو زوجہ تھیں، زوجہ اولٰی سے ایک بیٹا عمرو اور ثانیہ سے تین بیٹے بکر، خالد، ولید ہوئے۔ عمرو کا بیٹا سعید ہوا، سعید کی دختر لیلٰی تھی، لیلٰی کی دختر سلمٰی ہے، یہ سلمٰی

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

[2] 〃 〃 ۸/ ۲۵

عمرو کے بیٹے سعید کی نواسی عمرو کے سوتیلے بھائیوں بکر و خالد و ولید پر حرام ہے یا حلال؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

سلمٰی اپنی ماں لیلٰی کے اُن سب سوتیلے داداؤں پر ایسے ہی حرام ہے جیسے اس کے سگے دادا عمرو پر۔ وہ ان سب کی بیٹی ہے، اُسے ان میں سے کسی کے لیے حلال جاننا نصِ قطعی و اجماعِ اُمّت کا انکار اور موجبِ کفر ہے۔

قال اللہ تعالٰی:

حرمت علیکم امھٰتکم وبنٰتکم واخواتکم وعمّٰتکم وخالٰتکم وبنٰت الاخ وبنٰت الاخت[1] تمھاری مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں اور بھانجیاں تم پر حرام کی گئی ہیں۔ (ت)

اللہ تعالٰی بھائی کی بیٹیوں کو حرام فرماتا ہے اور بھائی عام ہے سگا ہو خواہ سوتیلا، ماں جدا ہو خواہ باپ جدا، اور بیٹیاں عام ہیں خواہ بھائی کی اپنی بیٹی ہو یا پوتی یا نواسی یا اس کے بیٹے یا بیٹی کی بیٹی، پوتی، نواسی آخر تک۔ عالمگیریہ میں ہے:

اما الاخوات فالاخت لاب وام والاخت لاب والاخت لام وکذا بنات الاخ والاخت وان سفلن[2] بہنوں کا حرام ہونا تینوں قسم، سگی، باپ یا ماں کی طرف سے بہن کو شامل ہے اور اسی طرح بھائی اور بہن کی بیٹیوں کے بارے میں نیچے تک (ت)

تفسیر کبیر میں بیان بنت صلبی میں ہے:

کل انثی یرجع نسبھا الیک بالولادۃ بدرجۃ اوبدرجات باناث او بذکور فھی بنتک[3] ہر وہ عورت جس کا صلبی نسب ایک درجہ یا کئی درجات سے مرد وعورت کے ذریعہ تیری طرف پلٹے وہ تیری بیٹی ہے (ت)

اسی میں ہے:

القول فی بنات الاخ وبنات الاخت کالقول فی بنات الصلب فھذہ الاقسام السبعۃ محرمۃ فی نص الکتاب بالانساب[4] واللہ تعالٰی اعلم بھتیجیوں اور بھانجیوں کا حکم صُلبی بیٹیوں کی طرح ہے، تو سات قسم کی یہ عورتیں نسب کی بنا پر قرآنی نص سے حرام ہیں (ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

[2] فتاوٰی ہندیہ باب فی بیان المحرمات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۷۳

[3] تفسیر کبیر تحت آیت حرمت علیکم امھاتکم الخ مطبع بالمطبعۃ البھیۃ المصریۃ ۱۰/ ۲۸

[4] " " " امھاتکم الّٰتی ارضعنکم الخ " " ۱۰/ ۲۹

مسئلہ ۲۲۲ از پورن پور ضلع پیلی بھیت ۱۴ صفر ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں، زید اپنی عورت چھوڑ کر مرگیا، عورت بیوہ اندر ایام عدت کے عمرو سے مرتکب زنا کی ہوئی حاملہ، حمل زنا کا قرار پاگیا، عدت کے ایام اب گزر گئے، عمرو مستدعی نکاح کا اسی عورت سے ہے، اب نکاح جائز ہے اور وطی کرنا قبل استبرا کے بھی جائز ہے یا نہیں؟ اور کفارہ ذمہ زانی و زانیہ کے عائد ہوتا ہے یا نہیں؟ جواب سے مشرف فرما کر داخل اجر و حسنات ہوں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جبکہ وفاتِ شوہر کی عدت گزر گئی تو اب عورت کو نکاح جائز ہوگیا اور وضع حمل کا انتظار زانی خواہ غیر زانی کسی کو ضرور نہیں کہ حمل جو اثنائے عدتِ وفات میں حادث ہو اُس سے عدتِ موت کہ چار مہینے دس دن ہے نہیں بدلتی۔ ردالمحتار میں ہے:

فی النھر ان المعتدۃ لو حملت فی عدتھا ذکر الکرخی ان عدتھا وضع الحمل ولم یفصل و الذی ذکرہ محمد ان ھذا فی عدۃ الطلاق اما فی عدۃ الوفاۃ فلا تتغیر بالحمل وھو الصحیح کذا فی البدائع[1]

نہر میں ہے کہ اگر عدت کے دوران معتدہ کو حمل ہوجائے تو کرخی نے کہا کہ اس کی عدت وضع حمل یعنی بچے کی پیدائش تک ہوگی، اس کی تفصیل بیان نہ کی کہ کون سی عدت میں یہ حکم ہے، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے جو ذکر فرمایا وُہ یہ ہے کہ مذکورہ حکم طلاق کی عدت کا ہے لیکن عدتِ وفات ہو تو اس کا حکم تبدیل نہ ہوگا، یہی صحیح ہے جیسا کہ بدائع میں ہے۔ (ت)

فرق اتنا ہے کہ خود عمرو جس کے زنا سے یہ حمل رہا ہے وہ اب اگر نکاح کرے تو اسے فی الحال وطی جائز ہے اور دوسرے شخص سے نکاح ہو تو نکاح صحیح ہے مگر اسے تا وضعِ حمل زنا عورت کو ہاتھ لگانا ناجائز ہوگا۔ درمختار میں ہے:

صح نکاح حبلی من زنا وان حرم وطؤھا و دواعیہ حتی تضع لو نکحھا الزانی حل لہ وطؤھا اتفاقا[2]

زنا سے حاملہ عورت سے نکاح جائز ہے اگر اس سے وطی اور اس کے دواعیہ بچے کی پیدائش تک حرام ہے لیکن اگر زانیہ حاملہ سے خود اس کا زانی نکاح کرے تو اس کو وطی بالاتفاق حلال ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب العدۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۰۴

[2] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۹

زانی وزانیہ پر جو حد شرع مطہر نے لازم فرمائی ہے وہ یہاں کہاں، مگر توبہ فرض ہے اور اللہ عزوجل کا عذاب سخت ہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۳ تا ۲۲۶ از اکبر آباد مرسلہ محمد عبدالرزاق صاحب پانی پتی اڈیٹر رسالہ ہمدرد اسلام آگرہ
۹ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک شخص نے اپنے لڑکے کی شادی اپنے حقیقی بھائی کی بیٹی سے کردی یا تایا یا چچازاد دو بھائیوں نے آپس میں اپنے لڑکے اور دُوسرے بھائی کی بیٹی سے نکاح کردیا تو از روئے شرع شریف یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں اور چچازاد بہن تایازاد بھائی پر اور تایازاد بھائی کی دختر چچازاد بھائی کے پسر پر حلال ہے یا نہیں؟

(۲) اگر جائز اور حلال ہے تو جو شخص اس حکم کو نہ مانے اور یہ کہے کہ گو یہ مسئلہ شرع شریف کا ہے لیکن ہم اس پر عمل نہیں کرتے کہ ہماری برادری اور باپ داداؤں سے کبھی ایسا نہیں ہوا تو ایسے لوگوں سے ملنا جُلنا اور برادرانہ برتاؤ رکھنا کیسا ہے اور نیز ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟

(۳) اگر کوئی گروہ ایسے نکاح کرنے والے کا حقہ پانی، میل جول برادرانہ بند کردیں اور اس نکاح کو ننگ و ناموس قومی تصور کریں تو اُن سے میل جول رکھنا چاہئے یا نہیں؟

(۴) اگر ایسے لوگوں کی مخالفت سے ماں باپ ناراض ہوں تو باطاعت والدین گو مخالفتِ شرع شریف ہو جائے اُن سے میل جول رکھنا چاہئے یا اطاعتِ شریعت مقدم رکھے گو والدین ناراض ہو جائیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

دُو بھائی حقیقی ہوں خواہ عم زادہ، اُن میں ہر ایک کی اولاد دُوسرے کی اولاد پر قطعاً یقیناً باجماعِ اُمّت جائز و حلال ہے، چچا ماموں خالہ پھوپھی کی اولاد کو بہن بھائی کہنا ایک مجازی بات ہے جسے ہرگز آیہ کریمہ محارم کے کلمات اخواتکم یا بنٰت الاخ و بنٰت الاخت (تمھاری بہنیں یا تمھاری بھتیجیاں اور بھانجیاں۔ ت) کسی اسلامی مذہب میں شامل نہیں بلکہ نصِ قطعی قرآن عظیم گواہ ہے کہ یہ عورتیں ہرگز بہنوں میں داخل نہیں۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

یا ایھا النبی انا احللنا لك ازواجك التی اٰتیت اجورھن وما ملکت یمینك مما افاء اللہ علیك و بنٰت عمك

اے نبی! بیشک ہم نے حلال کیں تمھارے لئے تمھاری زوجات جن کے مہر تم نے دئے اور تمھاری کنیزیں جو اللہ نے تمھیں غنیمت میں دیں اور تمھارے چچا کی

وبنٰت عمّتك وبنٰت خالك وبنٰت خٰلٰتك[1] الاٰیة۔ | بیٹیاں اور پھوپھیوں کی بیٹیاں اور ماموؤں کی بیٹیاں اور خالاؤں کی بیٹیاں۔ الاٰیۃ

ہاں ہنود عنود نے انھیں حقیقی بہن بھائی کی طرح سمجھا ہے جیسے متبنٰی کو بزعم باطل بیٹا اور اُس کی زوجہ کو حقیقی بہو کے مثل جانتے ہیں، مشرکانِ عرب اس پچھلے مسئلے میں مشرکانِ ہند کے ہم خیال تھے جس پر اُن سُفہا نے نکاحِ حضرت ام المومنین زینب رضی اللہ تعالٰی عنہا پر طعن و اعتراض کیے اور قرآن عظیم نے اُن کے شیطانی خیال اُن کے مُنہ پر مار دیے۔ قال اللہ تعالٰی :

فلما قضٰی زید منها وطرا زوجنٰكها لكیلا یكون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیائهم اذا قضوا منهن وطرا[2]۔ | جب زید نے اس سے اپنی حاجت پُوری کرلی تو اس کو ہم نے آپ سے بیاہ دیا تاکہ مومنین کو اپنے منہ بولے بیٹوں کی مدخولہ مطلقہ بیویوں سے نکاح کے بارے حرج نہ ہو۔ (ت)

مگر عم وعمہ وخال وخالہ کی بیٹیوں کو مشرکین عرب بھی بہن نہ جانتے تھے ان سے مناکحت اُن میں بھی رائج تھی اور مسلمانوں میں بھی ہمیشہ رائج تھی اور اب تمام ممالک اسلامیہ میں شائع و ذائع ہے اُس کی سب سے اعلٰی نظیر حضرت امام حسن مثنٰی و حضرت فاطمہ صغرٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما کا نکاح ہے کون نہیں جانتا کہ حضرت امام حسن مثنٰی حضرت امام حسن مجتبٰی کے صاحبزادے ہیں اور حضرت فاطمہ صغرٰی حضرت امام حسین شہیدِ کربلا کی صاحبزادی رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین، پھر یہ اُن کے نکاح میں تھیں، حضرت امام عبداللہ محض رضی اللہ تعالٰی عنہ انھی دونوں پاک مبارک والدین سے پیدا ہوئے اُنھیں محض اسی لیے کہتے ہیں کہ وُہ دنیا میں پہلے شخص تھے جن کے ماں باپ دونوں حضرت بتول زہرا صلے اللہ تعالٰی علٰی ابیہا الکریم وعلیہا وسلم کی اولاد امجاد ہیں۔ باپ حضرت خاتونِ جنّت کے پوتے اور ماں اُن کی پوتی۔ صحیح بخاری شریف میں ہے :

لما مات الحسن بن الحسن بن علی رضی اللّٰه تعالٰی عنهم ضربت امرأته القبة علٰی قبره سنة[3]۔ | جب حسن بن حسن بن علی (رضی اللہ تعالٰی عنہم) فوت ہُوئے تو ان کی بیوی نے ایک سال تک ان کی قبر پر خیمہ لگایا۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۶

[2] ؍؍ ؍؍ ۳۳/ ۳۷

[3] صحیح بخاری کتاب الجنائز باب مایکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۷۷

ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہے :

(امرأته) فاطمة بنت الحسين بن علي رضي الله تعالٰى عنهم وهي ابنة عمه[1]

بیوی سے مراد فاطمہ بنت حسین بن علی (رضی اللہ تعالٰی عنہم) ہے جو ان کی چچا زاد ہیں۔ (ت)

یہ نیا مسئلہ خاص مشرکینِ ہند کی گھڑت ہے وُہ بھی ہندوستان کے بعض شہروں کے لیے بعض دیگر مثل دکن کے سکان کو شاید وہ بھی حلال مانتے ہیں۔ ہنود عنود کو تو آسان ہے کہ اُن کا امام ہوائے نفس وشیطان ہے، عجب اس سے جو دعوٰی اسلام رکھے قرآن عظیم کو اپنا امام جانے اور پھر خلافِ قرآن مسائلِ شیطان مانے والعیاذ باللہ رب العالمین، غالباً یہ ایسے ہی لوگوں کے ناپاک اوہام ہوسکتے ہیں جن کے باپ دادا ہندو تھے اسلام لائے تھوڑا زمانہ گزرا ہو اور یہ جاہل بے شعور اور صحبتِ اہلِ علم سے دُور، دل میں وہی خیالات بے معنی جمے ہُوئے ہیں اور موروث ہونے کے باعث گویا طبیعت ثانیہ ہوگئے ہیں اب کہ حکمِ قرآن عظیم معلوم ہُوا طبعی گھن کہ اس سے چڑھی ہوتی ہے اس کے امتثال سے مانع آتی ہے جیسے کوئی پُرانا پجاری برہمچاری خوبیٔ قسمت سے مشرف بہ اسلام ہوجائے اور اُس کے سامنے نوجوان گھتی کا نفیس عمدہ فربہ تازہ سُرخ بریاں خوشبو خوشنما نرم چکنا چٹپٹا سلونا گوشت پیش کیا جائے تو عادتِ قدیمہ کے باعث یکایک اُس کی ہمت اس لذیذ نوالے کے لیے یاری نہ دے گی بلکہ دیکھتے ہی آنکھ بند ہوجائے گی، اگر فی الواقع ان لوگوں کے انکار کا صرف اسی قدر منشا ہے خوب جانتے ہیں اور ایمان لاتے ہیں کہ یہ نکاح حلال ہیں ان میں کوئی قباحت نہیں، اور ہنود کہ انھیں حرام سمجھتے ہیں یہ اُن کا شنیع وقبیح زعم ہے بااینہمہ اُس عادتِ قدیمہ کے سبب اُس سے جھجکتے بچتے ہیں جب تو کفر نہیں مگر یہ خیال ناپاک رسومِ کفر کا بقیہ ہے اُن پر فرض ہے کہ اُسے دل سے دُور کریں اور پُورے پُورے اسلام میں داخل ہوں ورنہ عذابِ الٰہی کے منتظر رہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے :

یایها الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافة ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن انه لکم عدو مبین ○ فان زللتم من بعد ما جاءتکم البینٰت فاعلموا ان الله عزیز حکیم ○ هل ینظرون الا ان یاتیهم الله فی ظلل من الغمام والملٰئکة وقضی الامر والی الله

اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو بیشک وہ تمہارا صریح دشمن ہے پھر اگر لغزش کرو بعد اس کے کہ تمہارے پاس آچکیں روشن آیتیں تو جان رکھو اللہ زبردست حکمت والا ہے یہ لوگ کس انتظار میں ہیں مگر یہی کہ آئے ان پر اللہ کا عذاب بادل کی گھٹاؤں میں

[1] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب الجنائز قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۴۲۹

ترجع الامور ۝

اور فرشتے اور ہوچکے ہونے والی، اور اللہ ہی کی طرف پھرتے ہیں سب کام۔

جلالین شریف میں ہے :

نزل فی عبد اللہ بن سلام و اصحابہ لما عظموا السبت[ع] وکرھوا الابل بعد الاسلام ادخلوا فی السلم الاسلام کافۃ ای جمیع شرائعہ (ملخصا)

جب عبد اللہ بن سلام اور ان کے ساتھیوں نے ہفتہ کا دن منانا چاہا اور سابقہ دین کے پیش نظر اونٹ کے گوشت کو ناپسند کیا تو آیہ کریمہ ادخلوا فی السلم کافۃ نازل ہوئی یعنی داخل ہوجاؤ سلم میں، سلم سے مراد اسلام ہے یعنی یہ کہ پوری شریعت اسلامیہ کو اپناؤ (ملخصا)۔ (ت)

یعنی جب علمائے یہود مشرف باسلام ہوئے عادت قدیمہ کے باعث اونٹ کے گوشت سے کراہت کی کہ یہود کے یہاں اونٹ حرام تھا اور تعظیم شنبہ کا عزم کیا کہ یہود میں ہفتہ معظم تھا اس پر حق سبحنہ وتعالٰی نے یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی کہ اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو اس کے سب احکام مانو ورنہ عذاب الٰہی کے منتظر رہو والعیاذ باللہ تعالٰی۔ اگر یہ لوگ نہ مانیں تو مسلمانوں کو چاہیے ان سے میل جول نہ کریں خصوصا جن سفہائے وہ ناپاک کلمہ کہا کہ "گو یہ مسئلہ شرع کا ہے مگر ہم الخ" اور جنھوں نے ایسے نکاح کرنے والے کو برادری سے خارج کردیا وہ سخت ظالم اور شدید مجرم ہیں مسلمانوں کو اُن سے احتراز ضرور ہے، قال اللہ تعالٰی :

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔

ظالموں کی طرف میل نہ کرو کہ تمھیں چھوئے دوزخ کی آگ۔

ان کے پیچھے نماز ممنوع ہے کہ وہ اس تعصب وتشدد کے باعث فاسق معلن ہوئے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور اسے امام بنانا گناہ، کما نص علیہ فی الغنیۃ وغیرھا وحققناہ فی النھی الاکید (جیسا کہ اس پر غنیہ وغیرہا میں نص کی ہے اور ہم نے اس کی تحقیق اپنے رسالہ النھی الاکید میں کی ہے۔ ت)

[ع] مصدر منہ قولہ تعالٰی ویوم لا یسبتون لا تأتیھم والمعنی تعظیم السبت ۱۲ منہ غفرلہ (م)

یہ مصدر ہے، اسی سے ہے اللہ تعالٰی کا قول "یوم لا یسبتون لا تأتیھم" روز ہفتہ کے علاوہ دنوں میں مچھلیاں انکے پاس نہ آتیں اور اس سے مراد روز ہفتہ کی تعظیم ہے۔ (ت)

---

[۱] القرآن الکریم ۲/ ۲۰۸ تا ۲۱۰

[۲] تفسیر جلالین زیر آیۃ ادخلوا فی السلم کافۃ اصح المطابع دہلی ص ۳۱

[۳] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

اس صورت میں حتی الوسع کوشش کرے کہ والدین راضی رہیں اور ان کی مخالطت سے بھی نجات ملے ورنہ ظاہری مخالطت اس قدر کہ منجر بہ معصیت نہ ہو مجبورانہ محض والدین کے دکھانے تک بجالائے،

فان ایذاءھما من اشد الکبائر و لیست مخالفتھم علی ما وصفنا فی السوء والشناعۃ مثل العقوق ومن ابتلی ببلیتین اختار اھونھما وقد کان سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما حامل لواء صفین مع ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ طاعۃ لہ من دون قتال مع علمہ ان الحق مع امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ وکان یعتذر عن ذلک بان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امرہ بطاعۃ ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

والدین کو اذیت دینا گناہِ کبیرہ ہے، اور بُری باتوں اور غلط امور میں ان کی مخالفت والدین کی نافرمانی جیسی بات نہیں ہے، اور جو شخص دو مصیبتوں میں مبتلا ہو وہ دونوں میں سے آسان کو اختیار کرے، حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے والد کے حکم پر جنگِ صفین میں علم بردار تھے اور جنگ میں شرکت نہ چاہتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس جنگ میں حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم حق پر ہیں انھوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے والد کی اطاعت کی پابندی کے حکم کے عذر سے والد کی موافقت کی۔ (ت)

اور اگر معاذ اللہ اُس انکار کی وجہ یہ ہو کہ اس نکاح کو واقع میں حرام جانتے اور حکم شرع کو باطل مانتے مسئلۂ کفار کو صحیح و حسن سمجھتے ہیں جب تو صریح کفار مرتدین ہیں اُن سے میل جول قطعی حرام۔ اب اس صورت میں اُن کی عورتیں ان کے نکاح سے نکل گئیں ان سے ہمبستری زنا ہوگی اولاد ہوئی تو ولد الزنا ہوگی اُن کے پیچھے نماز باطل محض، ان سے میل جول میں والدین کی اطاعت ناجائز، ان سے مخالفت وجدائی لازم، اگرچہ ماں باپ ناراض ہوں، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالٰی[1]۔ رواہ البخاری و مسلم و ابوداؤد والنسائی عن امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ۔

اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں۔ (اس کو بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا۔ ت)

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل بقیہ حدیث الحکم بن عمرو الغفاری رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۵/ ۶۶

ف: بخاری ۲/ ۱۰۷۸، مسلم ۲/ ۱۲۵، سنن ابی داؤد ۱/ ۳۵۲ اور سنن النسائی ۲/ ۱۸۶ اسکے الفاظ یوں ہیں:
لاطاعۃ فی معصیۃ اللہ انما الطاعۃ فی المعروف۔ نذیر احمد سعیدی

غمز العیون میں ہے :

اتفق مشائخنا ان من رأی امر الکفار حسنا فقد کفر حتی قالوا فی رجل قال ترك الکلام عند اکل الطعام حسن من المجوس او ترك المضاجعۃ عندھم حال الحیض حسن فھو کافر[1]۔

ہمارے مشائخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کفار کے شعائر کو پسند کرنے والا کافر ہے، حتی کہ انھوں نے فرمایا کہ جو شخص مجوسیوں کے شعار، کھانا کھاتے وقت بات چیت کے ترک، کو اچھا کہے یا حالتِ حیض میں بیوی کے ساتھ ایک بستر میں لیٹنے کے ترک کو مجوسیوں کی وجہ سے اچھا کہے وہ کافر ہے (ت)۔

اور اتنا حکم تو پہلی صورت میں بھی ہے کہ جس نے وُہ الفاظ انکار کہے احتیاطاً تجدیدِ اسلام و تجدیدِ نکاح کرلے۔

جامع الفصولین میں ہے :

قال لخصمہ حکم الشرع کذا فقال خصمہ من برسم کارمی کنم نہ بشرع نے قیل کفر وقیل لا[2]۔

جس نے اپنے مقابل کو کہا کہ حکمِ شرع یُوں ہے اور مقابل کہے میں مروّجہ رسم پر عمل پیرا ہُوں شرع پر نہیں، تو بعض نے فرمایا وہ کافر ہوگیا اور بعض نے فرمایا نہ ہوا۔ (ت)

درمختار میں ہے :

فی شرح الوھبانیۃ للشرنبلالی ما یکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا وما فیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح[3]۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

شرح وھبانیہ شرنبلالی میں ہے کہ متفق علیہ کفر سے عمل اور نکاح باطل ہوجاتا ہے، حالتِ کفر کی اولاد اولادِ زنا ہوگی، اور جس کے کفر ہونے میں اختلاف ہو اس میں توبہ واستغفار اور تجدیدِ نکاح کا حکم دیا جائے گا ـــــ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم، اور اس جل مجدہ کا علم اتم واکمل ہے (ت)۔

مسئلہ ۲۲۷ از ملک بنگالہ ضلع پبنہ ڈاکخانہ بنگاشی موضع مختار گاتی مرسلہ مصلح الدین صاحب ۱۲ شوال المکرم ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حقیقی بھانجا کی بیٹی سے نکاح جائز

---

[1] غمز العیون مع الاشباہ والنظائر کتاب السیر والردۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۲۹۵
[2] جامع الفصولین فصل فی تنفیذ الوصیۃ اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۰
[3] درمختار کتاب الجہاد باب المرتد مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۹

ہے یا نہیں ؟ بادلیل عنایت ہو۔ بینوا توجروا

الجواب

حرام قطعی ہے وُہ خود اُس کی بیٹی ہے ،

قال اللہ تعالٰی و بنت الاخت[1] وھن یشملن بناتھا من بطنھا ومن ابنھا ومن بنتھا وان سفلن۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا ، اور بھانجیاں ، جبکہ یہ لفظ بھانجی کی بیٹیوں ، پوتیوں اور نواسیوں کو نیچے تک شامل ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۸

چہ مے فرمایند علمائے دین وحامیِ شرع متین دریں مسئلہ کہ اگر مردے از طریق اہل سنت و جماعت و زنے از طریق اہل شیعہ و باہم مرد و زن صیغہ نکاح مروجہ بطریق اہل سنت وجماعت خواندہ باشد و ہنوز خلوت صحیحہ بلکہ رسم رخصت مروجہ ہندوستان نہ شدہ باشد وحالا باہم رضامندی نہ دارد ، آیا نکاح صحیح ست یانہ ؟ بینوا توجروا۔

علمائے دین وحامیِ شرع متین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ مرد اہل سنت وجماعت ہو اور عورت اہلِ شیعہ میں سے ، ان دونوں کا نکاح اہل سنت و جماعت کے طریقہ پر ہوا ، اور ابھی خلوتِ صحیحہ بلکہ رخصتی بھی نہ ہوئی ، جیسا کہ ہندوستان کا طریقہ ہے ، جبکہ ابھی رضامندی نہیں ، تو ایسا نکاح صحیح ہے یا نہیں ؟ بیان کرو اجر پاؤ۔ (ت)

الجواب

آں زن اگر لبلامت قلب خود از عقائد مکفرہ بری ست نکاح صحیح شد و بعد نکاح عدم رضائے اورا اعتبارے نے وحکما سپردِ شوہر کردہ شود واگر دررنگ عامہ روافض زمانہ عقیدہ مکفرہ دارد نکاح باو باطل محض ست نہ سنّی را رسد نہ رافضی نہ یہودی نہ مجوسی ہیچ کس را لان المکفر من اھل الھوی کالمرتد حکمہ والمرتدۃ لاینکحھا مسلم ولاکافر اصلی ولامرتد

اگر وُہ عورت خود دل سے عقائد کفریہ سے توبہ کر چکی ہے اور بری ہو چکی ہے تو نکاح صحیح ہے اور نکاح کے بعد عدم رضامندی کا کوئی اعتبار نہیں ، ایسی عورت کو حکماً شوہر کے سپرد کیا جائے گا ، اور اگر وہ عورت موجودہ عام روافض جیسے کفریہ عقیدے رکھتی ہو تو اس سے نکاح باطل ہے۔ سنّی ، رافضی اور مجوسی کسی کے لیے بھی وُہ جائز وحلال نہیں ، کیونکہ اہل ہوٰی میں سے جن کو کافر قرار دیا گیا ہو وہ مرتد کی طرح ہیں

---

[1] القرآن الکریم ۴ /۲۳

مثلہا کما نصوا علیہ آرے اگر وقت نکاح از کفر بری بود تا آنکہ نکاح صحیح شد وحالا ارتکاب او کند تا از حبالہ نکاح بدر آید ایں حیلت ومکیدہ فاسدہ اش ہم بر روئے زن زنند وحکم ببقائے نکاح ووجوب تسلیم نفس کنند کما ھو المختار الاٰن للفتوی علی ما حققناہ فی فتاوٰنا۔ و اللہ تعالٰی اعلم۔

اور مرتد والاحکم رکھتے ہیں اور مرتدہ سے کسی مسلمان، اصلی کافر یا اس جیسے مرتد کو نکاح جائز نہیں، جیسا کہ فقہاءِ کرام نے اس پر تصریح کی ہے۔ ہاں اگر نکاح کے وقت کفر سے بری تھی تو نکاح صحیح ہُوا مگر اس کے بعد اب وُہ عقائد کفریہ کا اظہار بطور حیلہ ومکر اس لیے کرتی تا کہ نکاح سے خلاصی حاصل کرے تو اس کے حیلہ ومکر وفریب کو اس کے منہ پر دے مارا جائے اور نکاح کا حکم باقی رکھا جائے اور اس کو خاوند کے سپرد کرنا ضروری ہے جیسا کہ آج کل فتوٰی میں مختار یہی ہے جس کی تحقیق ہم نے اپنے فتاوٰی میں کر دی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۹ تا ۲۳۱: مسئولہ جناب مولوی بشیر احمد صاحب علی گڑھی مدرس اول مدرسہ منظرِ اسلام بریلی ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) سوتیلی خالہ سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

(۲) کوئی شخص اگر ساس یا سالی سے آشنائی اور صحبت کرے تو عورت اس کے نکاح سے باہر ہو جاتی ہے اور اس کی عدت ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

(۳) ایسی دو عورتوں کا ایک وقت میں نکاح میں لانا کہ اگر ایک کو مرد اور ایک کو عورت قرار دیا جائے تو صورت محرمات میں آجائیں تو درست ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

(۱) خالہ سگی ہو یا سوتیلی، مثل ماں کے حرام قطعی ہے۔ قال اللہ تعالٰی، وخالٰتکم (اور تمھاری خالائیں۔ ت) درمختار میں ہے: الاشقاء وغیرھن[1] (سوتیلی وغیرہ۔ ت) ہاں منکوحہ پدر کہ اس کی ماں نہیں اُس کی سگی بہن بھی حلال ہے جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو۔ قال تعالٰی، واحل لکم ماوراء ذٰلکم[2] (تمھارے لیے ان محرمات کے ماسوا حلال کی گئی ہیں۔ ت) مگر وہ اس کی خالہ نہیں کہ جس کی بہن ہے وہ اس کی ماں نہیں ہے مگر مجازاً اور ادعائے مجاز بے قرینہ مدفوع ونامسموع، اور بلفرض غلط اگر سوتیلی ماں کی بہن

---

[1] درمختار کتاب النکاح باب فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۷

[2] القرآن الکریم ۴/ ۲۴

بھی سوتیلی خالہ ہو تو ماں کی سوتیلی بہن یقیناً سوتیلی خالہ ہے بلکہ وہی اطلاقاً اکثر اور فہماً اظہر تو بعض عمائد غیر مقلدین سے تحلیل حرام وتضلیل عوام کے دونوں الزام مدفوع نہیں ہوسکتے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) سالی سے زنا عورت کو حرام نہیں کرتا، ساس کو بہ شہوت ہاتھ لگاتے ہی سے عورت ہمیشہ کو حرام ہوجاتی ہے کہ کسی طرح اُس کے لیے حلال نہیں ہوسکتی مگر نکاح نہیں جاتا بلکہ متارکہ ضرور ہے مثلاً عورت سے کہہ دے میں نے تجھے چھوڑا یا ترک کردیا، متارکہ کے بعد عدت واجب ہوگی جبکہ عورت سے خلوت کرچکا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) دو عورتیں کہ ان میں جس کو مرد فرض کریں دوسری اس پر ہمیشہ حرام ہو ایک شخص کے نکاح میں جمع نہیں ہوسکتیں خواہ ایک وقت میں خواہ مختلف اوقات میں، جیسے ماں بیٹی کہ بعد فرض ماں بیٹا یا باپ بیٹی ہوں گی اور اگر ایک کو مرد فرض کیے سے دوسری اس پر حرام ابدی ہو مگر دوسری کو مرد ٹھہرانے سے وہ پہلی حرام نہ ہو تو ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرسکتے ہیں جیسے ساس بہو کہ ساس مرد ہو تو وہ خسر اور بہو ہیں، بہو خسر پر ہمیشہ حرام ہے اور اگر بہو مرد ہو تو اب ساس سے کوئی رشتہ نہیں وہ اس کے لیے حلال ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۲ تا ۲۲۳ از تحصیل ستارگنج ڈاکخانہ خاص ضلع نینی تال مرسلہ الٰہی بخش صاحب کاریگر

ہادی دین شرع متین جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام مجدہم، بعد سلام علیکم دست بستہ کے التماس ہے آپ کی ذات مجمع کمالات ہم عاصیوں کے لیے باعثِ افتخار ہے اور ہر مشکل مسئلہ میں آپ سے عقدہ کشائی ہوکر کارِ ثواب میں داخل ہوکر کار نیک کے پابند ہوسکتے ہیں۔

(۱) ایک عورت بیوہ نے اپنی لڑکی نابالغ کو لڑکے کی زوجیت میں دیا، بعد تھوڑی مدت میں وہ لڑکی نابالغ مرگئی، بعد تھوڑی مدت کے اس عورت نے جو بیوہ پہلے سے تھی اب اُس نے اپنے داماد سے نکاح کرلیا ہے اور اس نکاح سے اب ایک بچّہ موجود ہے، آیا یہ نکاح درست ہے یا حرام ہے؟

(۲) ایک شخص نے ایک عورت بیوہ سے نکاح کرلیا، اس عورت بیوہ کا جو پہلا خاوند تھا اس سے ایک لڑکا تھا جو اب عورت کے دوسرے نکاح کرنے پر ہمراہ آیا تھا وُہ لڑکا جوان ہوکر مرگیا اور اس کی ماں بھی مرگئی، اب اس جوان لڑکے کی بیوی بیوہ ہے اور اب اس لڑکے کا باپ یعنی اب سوتیلا ہے اور یہ سوتیلا باپ اس سوتیلے لڑکے کی بیوہ بیوی کو یعنی اب اپنی سوتیلی بہو کو یعنی اب سوتیلے بیٹے کی بیوی بیوہ کو نکاح میں لایا چاہتا ہے اور حرام بھی کیا ہے اور اسی وجہ سے وہ بیوہ بہو حاملہ ہے اور اس کا حمل قریباً چار ماہ کا ہے اور اسی قدر عرصہ اس کے خاوند کو مرے ہُوئے گزرا، اور یہ بھی معلوم ہُوا کہ بعد مرنے اپنے سوتیلے بیٹے کے وُہ شخص اپنی

سوتیلی بہو کے ساتھ فعل کرتا رہا اب یہ نہیں معلوم کہ حمل بیٹے کا ہے یا باپ کا، البتہ قرین قیاس یہ ہے کہ سوتیلے بیٹے کا یعنی اُس کے شوہر کا ہے کیونکہ اُس کے شوہر کو مرے ہوئے بھی عرصہ چار ماہ کا گزرا ہے، آیا بعد وضع حمل کے نکاح ہونا یعنی سوتیلے بیٹے کی بیوہ بیوی سے خسر سوتیلے کا جائز ہے یا ناجائز؟ والسلام۔ دوسرے مسئلہ کا اصل قصہ مختصر یہ ہے کہ سوتیلے بیٹے کی بیوہ بیوی کو سوتیلا خسر اپنے نکاح میں لاسکتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

(۱) ساس پر داماد مطلقاً حرام ہے اگرچہ اُس کی بیٹی کی رخصت بھی نہ ہوئی ہو اور قبل رخصت مرگئی ہو۔ قال اللہ تعالٰی: وامھات نسائکم[1] (اور تمھاری بیویوں کی مائیں تم پر حرام ہیں) یہ نکاح حرام محض ہوا، وہ بچہ ولد الحرام ہُوا، اُن دونوں پر کہ حقیقۃً ماں بیٹے ہیں فرض ہے کہ فوراً جُدا ہوجائیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) جبکہ یہ بھی احتمال ہے کہ اُس بیوہ کا یہ حمل اپنے شوہر کا ہو، تو جب تک وضعِ حمل نہ ہو اس سے نکاح قطعی حرام ہے، بعد وضعِ حمل نکاح کرسکتا ہے لقولہ تعالٰی: وحلائل ابنائکم الذین من اصلابکم[2] (اور تمھارے نسبی بیٹوں کی بیویاں حرام ہیں۔ت) مع قولہ تعالٰی واحل لکم ماوراء ذٰلکم[3] (اللہ تعالٰی کے اس قول کے پیش نظر: اور تمھارے لیے ان کے ماسوا حلال کی گئی ہیں۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۴: مسئولہ مولوی محمد امانت الرسول صاحب از رامپور محلہ سیلا تالاب

سوتیلی ماں کو اگر باپ تین طلاقیں دے دے لڑکا اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ مدلل تحریر ہو، والسلام۔ بیّنوا توجروا

الجواب

اللہ لا الٰہ الا اللہ، سوتیلی ماں حقیقی ماں کے برابر حرام قطعی ہے۔ اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں ماں کی حرمت سے پہلے سوتیلی ماں کی حرمت بیان فرمائی ہے، اذ قال اللہ تعالٰی (جبکہ اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ت):

ولاتنکحوا مانکح اٰباؤکم الی قولہ تعالٰی انہ کان فاحشۃ ومقتا وساء سبیلا[4]۔ نہ نکاح کرو اُن عورتوں سے جن سے تمھارے باپ نکاح کرچکے، بیشک وہ بے حیائی اور خدا کو دشمن اور نہایت بُری راہ ہے۔(ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۵: از شہر مسئولہ مولوی حافظ امیر اللہ صاحب ۱۴ ذی القعدہ ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عدت میں نکاح پڑھوا دیتا ہے اور ریتوبصن کو صرف

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳
[2] القرآن الکریم ۴/ ۲۳
[3] القرآن الکریم ۴/ ۲۴
[4] " " ۴/ ۲۲

جماع سے بچنے پر حمل کرتا ہے، صحیح ہے یا غلط؟ اور اس شخص کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

عدت میں نکاح حرام قطعی ہے بلکہ نکاح تو بڑی چیز ہے، قرآن عظیم نے عدت میں نکاح کے صریح پیام کو بھی حرام فرمایا، نکاح بعد عدت کرلینے کے وعدہ کو بھی حرام فرمایا صرف اس کی اجازت دی ہے کہ دل میں خیال رکھو یا کوئی پہلو دار بات ایسی کہو جس سے بعد عدت ارادۂ نکاح کا اشارہ نکلتا ہو، صاف صاف یہ ذکر نہ ہو کہ میں بعد عدت تجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں، یہاں تک کہنا بھی حرام ہے، تو خود نکاح کرلینا کیونکر حلال ہوگا، پھر پہلو دار بات بھی عدت وفات والی سے کہنا جائز ہے، عدت طلاق والی سے باجماع امت وہ بھی جائز نہیں۔ قال اللہ عزوجل (اللہ عزوجل نے فرمایا۔ ت):

والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا فاذا بلغن اجلھن فلا جناح علیکم فی ما فعلن فی انفسھن بالمعروف واللہ بما تعملون خبیر ولا جناح علیکم فیما عرضتم بہ من خطبۃ النساء او اکننتم فی انفسکم علم اللہ انکم ستذکرونھن ولکن لاتواعدوھن سرا الا ان تقولوا قولا معروفا ۝ ولا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتب اجلہ واعلموا ان اللہ یعلم ما فی انفسکم فاحذروہ واعلموا ان اللہ غفور حلیم[1] ۝

یعنی تم میں جو لوگ مریں اور عورتیں چھوڑیں وہ عورتیں چار مہینے دس دن اپنی جانوں کو روکے رہیں، جب عدت پوری ہوجائے پھر جو کچھ اپنے معاملہ میں موافق شرع کریں اس کا تم پر الزام نہیں، اور خدا جانتا ہے کہ تمہیں ان سے نکاح کا خیال گزرے گا مگر باہم نکاح کا وعدہ خفیہ بھی نہ کر رکھو، ہاں اس طریقہ معلوم پر کنایۃً کچھ کہہ سکتے ہو اور جب تک عدت پوری نہ ہو نکاح کا قصد بھی نہ کرو، اور جان لو کہ اللہ تمہارے دلوں کی بات جانتا ہے تو اس سے ڈرو، اور جان لو کہ اللہ بخشنے والا حلم والا ہے یعنی عذاب نہ آنے پر مغرور نہ ہو کہ وہ حلیم ہے۔

فتح القدیر میں ہے:

قولہ لاباس بالتعریض فی الخطبۃ اراد المتوفی عنھا زوجھا اذ التعریض لایجوز فی المطلقۃ بالاجماع[2]

خاص وفات کی عدت والی عورت سے کنایہ کے طور پر پیام نکاح میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ طلاق کی عدت والی سے بالاجماع کنایۃً بھی جائز نہیں (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۴-۲۳۵

[2] فتح القدیر باب فی العدۃ المکتبۃ النوریۃ الرضویہ سکھر ۴/ ۱۶۵

اگر کوئی شخص عدت میں نکاح پڑھا دیا کرتا اور اُسے حرام و زنا جانتا تو اتنا ہوتا کہ وُہ سخت مرتکب کبائر اور زانی و زانیہ کا دلال ہوتا مگر وُہ جو اسے جائز بتاتا اور قرآن عظیم میں تحریف کرکے یہ تربصن کو فقط منع جماع پر حمل کرتا ہے وُہ ضرور منکر قرآن مجید ہے اور اس پر یقیناً کفر لازم، اس پر فرض ہے کہ توبہ کرے اور اپنے اس قولِ ناپاک کو جُھٹلائے اور نئے سرے سے اسلام لائے، اس کے بعد اپنی عورت سے نکاح کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۳۶: از سلون شریف ضلع رائے بریلی احاطہ شاہ صاحب مرسلہ مولوی محمد عمر صاحب مدرسہ اسلامیہ ۲۲ محرم الحرام ۱۳۲۸ھ

جناب مولانا صاحب مجدد مائۃ حاضرہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، زنِ فاحشہ رنڈی وغیرہ سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو بعد توبہ یا بغیر توبہ بھی؟ اگر بعد توبہ جائز ہے تو توبہ کی قید کیوں ہے؟ کتابیہ سے تو بلا توبہ جائز ہو اور اس سے بلا توبہ جائز نہ ہو، عقلِ سلیم خلاف حکم کرتی ہے، اور اگر ناجائز ہے تو کیوں؟ والسلام! بینوا توجروا۔

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، زنِ فاحشہ سے نکاح جائز ہے اگرچہ تائب نہ ہوئی ہو، ہاں اگر اپنے افعالِ خبیثہ پر قائم رہے، اور یہ تا بقدرِ قدرت انسداد نہ کرے تو دیوث ہے اور سخت کبیرہ کا مرتکب، مگر یہ حکم اُس کی اس بے غیرتی پر ہے، نفسِ نکاح پر اس سے اثر نہیں، حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے محرمات گنا کر فرمایا:

واحل لکم ماوراء ذٰلکم[1] (اور تمھارے لیے محرمات کے ماسوا حلال کی گئی ہیں۔ ت) رہی آیہ کریمہ:

والزانیۃ لاینکحہا الا زان او مشرک وحرم ذٰلك علی المؤمنین[2] زانیہ سے صرف زانی مرد یا مشرک نکاح کرے اور یہ مومنین کے لیے حرام ہے۔ (ت)

اس میں چار تاویلیں ماثور ہیں، ان میں سے اول کی دو فقیر کے نزدیک اصح و احسن ہیں۔

تاویلِ اوّل: نکاح سے عقد ہی مراد ہے، پہلے زانیہ سے نکاح حرام تھا پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ یہ قول سیّدنا سعید بن مسیب رضی اللہ تعالٰی عنہما کا ہے اور بغوی نے اسے ایک جماعت کی طرف منسوب کیا۔ امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کی تصحیح کی، کتاب الام میں فرماتے ہیں:

اختلف اھل التفسیر فی ھذہ الاٰیۃ اختلافا اہل تفسیر نے اس آیہ کریمہ میں واضح اختلاف کیا ہے

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۴
[2] القرآن الکریم ۲۴/ ۳

متبائنا فقیل ھی عامة ولکن نسخت بقولہ تعالٰی وانکحوا الایامٰی الخ وقد رویناہ عن سعید بن المسیب وھو کما قال وعلیہ دلائل من الکتاب والسنة فلا عبرة بما خالفہ اھ بمحصولہ، نقلہ فی عنایة القاضی[1]۔

بعض نے کہا کہ یہ عام ہے لیکن اللہ تعالٰی کے قول وانکحوا الایامٰی الخ کے نازل ہونے پر منسوخ ہوگئی ہے، اور اس قول کو ہم نے سعید بن مسیّب سے روایت کیا ہے اور وہ ان کے قول کے مطابق درست ہے اور اس پر قرآن وحدیث سے دلائل ہیں، تو اس کے مخالف قول کا اعتبار نہ ہوگا، اس کا خلاصہ ختم ہُوا، جس کو عنایة القاضی میں نقل کیا ہے۔ (ت)

تفسیراتِ احمدیہ میں ہے:

ھذا ھو الذی اختارہ الفقیہ ابو اللیث وقال ان الاٰیة منسوخة او معناھا الزانی لاینکح الا زانیة او مثلھا اھ[2]۔

اسی کو فقیہ ابو اللیث نے مختار قرار دیا ہے اور کہا کہ یہ آیت منسوخ ہے یا اس کا معنٰی یہ ہے کہ زانی زانیہ یا اس جیسی عورتوں سے نکاح کرے اھ (ت)

اقول الذی رأیت من لفظ الفقیہ فی بستانہ قال سعید بن جبیر والضحاک معناھا الزانی لایزنی الا بزانیة مثلہ وھکذا روی عن عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنھما وقد قیل ان الاٰیة منسوخة لان رجلا سأل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال ان امرأتی لاترد ید لامس، فقال طلقھا، فقال انی احبھا، قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فامسکھا اھ[3] فقولہ معناھا الزانی لاینکح صوابہ لایزنی وجزمہ بان الفقیہ جزم بالنسخ غیر ظاھر

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) میں نے جو کچھ فقیہ مذکور کی کتاب "بستان" دیکھی ہے وہ یہ ہے کہ سعید بن جبیر اور ضحاک نے فرمایا کہ اس آیت کا معنٰی یہ ہے کہ زانی صرف اپنے جیسی زانیہ سے زنا کرتا ہے، اور ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسی طرح مروی ہے۔ اور بعض نے کہا کہ آیۂ کریمہ منسوخ ہے کیونکہ ایک شخص نے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام سے ذکر کیا کہ میری بیوی کسی چھُونے والے کے ہاتھ کو رَد نہیں کرتی، تو حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا: اس کو طلاق دے۔ تو اس شخص نے کہا کہ مجھے اس سے محبت ہے، تو حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا: تو پھر طلاق نہ دے اھ۔ تو اس کا قول کہ

---

[1] عنایة القاضی حاشیہ تفسیر البیضاوی زیرآیہ ماقبل دار صادر بیروت ۶/ ۳۵۷

[2] تفسیرات احمدیہ مطبعہ کریمیہ بمبئی ص ۵۴۵

[3] بستان العارفین علی ہامش تنبیہ الغافلین الباب الحادی والسبعون تزویج الزانیة دار الزہراء للطباعة والنشر ص ۱۰۳

من کلام الفقیہ ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ ابواللیث نے کہا اس کا معنٰی "لاینکح" درست نہیں مگر میرے حوالے کے مطابق صحیح یہ ہے کہ انھوں نے معنی "لا ینفی" بتایا ہے، اور انھوں نے بطور اعتماد کہا کہ ابواللیث نے فسخ کو مختار قرار دیا، یہ بات ابواللیث کے کلام سے ظاہر نہیں ہوتی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

رغائب الفرقان میں ہے:

قیل انہ صار منسوخا اما بالاجماع وھو قول سعید بن المسیب، و زیف بان الاجماع لاینسخ ولاینسخ بہ، و اما بعموم قولہ تعالٰی "وانکحوا الایامٰی فانکحوا ماطاب لکم" وھو قول الجبائی وضعف بان ذٰلک العام مشروط بعدم الموانع السببیۃ والنسبیۃ، ولیکن ھذا المانع ایضا من جملتہا[1] اھ **اقول** ما نسب الی الجبائی فھو۔ [عہ]

بعض نے کہا کہ منسوخ ہے یا اجماع کے ساتھ یہ قول سعید بن مسیّب کا ہے یہ موقف کمزور ہے کیونکہ اجماع نہ منسوخ ہوتا اور نہ ناسخ ہوتا ہے۔ یا منسوخ ہے اللہ تعالٰی کے ارشاد "وانکحوا الایامٰی فانکحوا ماطاب لکم" کے ساتھ، اور یہ جبائی کا قول ہے۔ اور یہ بھی ضعیف قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس آیت میں بیان کردہ اباحت، سببی یا نسبی مانع کے نہ ہونے کے ساتھ مشروط ہے اور زنا بھی ان موانع میں سے ایک مانع ہے اھ **اقول** جو جبائی کی طرف منسوب ہے تو وہ (اس سے آگے عبارت دستیاب نہیں ہوسکی)۔ (ت)

مسئلہ ۲۳۷: از فرید آباد ڈاک خانہ غوث پور ریاست بہاولپور مرسلہ مولوی نور احمد صاحب فریدی دوازدہم محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

شرعاً قبل متارکہ و تفریق بین المحارم غیر مدخولہ سے کسی دوسرے کا نکاح درست ہے یا نہیں؟ اور قاضی شرعاً کون ہے؟ بوقتِ ضرورت فسخ و تفریق اس ملک ریاست بہاولپور اسلامیہ میں جو تحت قبضہ نصارٰی ہے کون حقِ فسخ و تفریق بالا رکھتا ہے؟ علما کا ہے یا گردآور قاضیان سرکار کا یا محض حکام کا؟ اور حکام بعض صاحبِ اسلام ہیں بعض اہلِ ہنود، ان میں کوئی امتیاز ہے یا سب اس کا حق رکھتے ہیں اس

[عہ] افسوس کہ یہ فتوٰی اسی قدر منقول ملا، آگے دستیاب نہ ہوسکا، جتنا ملا اُتنا چھاپ دیا۔ باقی اگر کبھی آئندہ کہیں مل سکا تو وہ بھی ان شاء اللہ تعالٰی علیحدہ یا بطور تبرک چھاپ دیا جائے گا یا کسی حصۂ آئندہ میں۔ (مرتب)

---

[1] رغائب الفرقان (تفسیر نیشاپوری) زیر آیہ ماقبل مصطفی البابی مصر ۱۲/۵۸

ریاست اسلامی میں دو عورات ایک شخص سے یکے بعد دیگرے نکاح کرچکی ہیں اور بحکم شرعی وان تزوجهما علی التعاقب صح الاول وبطل الثانی (آپس میں دو محرم عورتوں سے اگر یکے بعد دیگرے نکاح کیا تو پہلا صحیح ہُوا دوسرا باطل ہے۔ت) متارکہ یا تفریق ثانیہ کی ضرور ہے لیکن ناکح متارکہ نہیں کرتا، تفریق لازمی ہے، دریافت طلب یہ ہے کہ اب کیا کیا جائے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اسلامی ریاست میں مسلمان حاکم کہ وہابی، رافضی، قادیانی، نیچری وامثالہم سے نہ ہو نائب شرع ہے مگر یہاں نہ قاضی کی حاجت نہ متارکہ شوہر کی ضرورت کہ نکاح راسًا فاسد واقع ہوا، عورت تنہا اُس کے فسخ کا اختیار رکھتی ہے، شوہر سے کہہ دے میں نے اس حرام کو چھوڑا پھر اگر مجامعت نہ ہُوئی تو ابھی، ورنہ بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرلے۔ تنویرالابصار و درمختار میں ہے:

یثبت لکل واحد منهما فسخه ولو بغیر محضر من صاحبه دخل بها اولا فی الاصح خروجا عن المعصیة فلاینافی وجوبه بل یجب علی القاضی التفریق بینهما[1]۔

مرد وعورت دونوں کو فسخ کا حق ہے اگرچہ دونوں میں ایک غیر حاضر ہو، دخول ہوچکا ہو یا نہیں، اصح قول یہی ہے۔ تاکہ گناہ سے علیحدگی ہوجائے تو یہ متارکہ قاضی کی تفریق کے وجوب کے منافی نہیں ہے بلکہ قاضی پر الگ کرنا ان دونوں کو واجب ہے۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله فی الاصح وقیل بعد الدخول لیس لاحدهما فسخه الا بحضرة الاٰخر، قوله یجب علی القاضی ای ان لم یتفرقا[2]۔

اس کا قول "فی الاصح" اور بعض نے کہا کہ دخول کے بعد ایک کی تفریق دوسرے کی موجودگی کے بغیر جائز نہیں، اور اس کا قول کہ قاضی پر واجب ہے یعنی اس وقت جب دونوں نے آپس میں تفریق نہ کی ہو۔(ت)

اُسی میں ہے:

فسخ هذا النکاح من کل منهما بمحضر الاٰخر اتفاقا والفرق بین المتارکة والفسخ بعید

اس نکاح کا فسخ دونوں ایک دوسرے کی موجودگی میں کریں، یہ متفقہ مسئلہ ہے، اور یہاں متارکہ اور

---

[1] درمختار شرح تنویرالابصار باب المهر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۱

[2] ردالمحتار 〃 داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۵۱

كذا فی البحر[1]
فسخ کا فرق بعید ہے۔ بحر میں ایسے ہی ہے۔ (ت)

اسی میں خیریہ سے ہے:

الحق عدم الفرق ولذا جزم به المقدسی فی شرح نظم الکنز[2]
حق یہی ہے کہ دونوں میں فرق نہیں ہے، اسی لیے مقدسی نے اس پر نظم الکنز کی شرح میں جزم کیا ہے۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

رجحنا (فی باب المھر) الثانی انھا تکون من المرأۃ ایضا ولذا ذکر مسکین من صورھا ان تقول له ترکتک۔[3]
ہم نے باب المہر میں ثانی کو ترجیح دی ہے یہ عورت کو بھی حق ہے، اسی لیے مسکین نے اس کی صورت کو بیان کرتے ہُوئے کہا کہ عورت کہہ سکتی ہے کہ میں نے تجھ سے علیحدگی کرلی ہے۔ (ت)

اس مسئلہ کی تمام تحقیق ہمارے فتاوٰے میں ہے اور یہاں اس کی حاجت نہیں کہ عورت کے فسخ کو متارکہ کہیں یا نہیں، اُسے فسخ کا اختیار بلاشبہہ بالاتفاق ہے دفعاً للمعصیۃ (گناہ کو ختم کرنے کیلئے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۸: از مَن پوری محلہ زیر قلعہ راجہ مرسلہ سعداللہ صاحب معمار ۲۱ ربیع الآخر ۱۳۳۲ھ

ہندہ بیوہ نے زید سے تعلق ناجائز پیدا کیا، اور سنا ہے کہ چند حمل بھی ساقط ہُوئے اور ہندہ نے اپنی دختر کا کہ وُہ بھی صغر سنی میں بیوہ ہوگئی تھی زید کے ساتھ جس سے خود تعلق ناجائز رکھتی تھی بلا رضامندی دختر خود بجبر عقد کردیا تو یہ نکاح درست ہوا یا نہیں، اور اب اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ بلا طلاق ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر صورت واقعہ یہ ہے یہ نکاح حرام محض ہے۔ زید پر فرض ہے کہ وُہ اسے چھوڑ دے۔ زید کے چھوڑنے کے بعد عدت کے دن پورے کرکے جس سے چاہے نکاح کرلے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۹: از جے پور راجپوتانہ چاندپول بازار متصل دکان گوبند رام فوٹو گرافر مرسلہ حافظ رحیم بخش صاحب خرادی ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

حرمتِ مصاہرت کے لیے عورت کا مشتہاۃ ہونا ضروری ہے،

---

[1] و [2] ردالمحتار باب المہر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۵۲
[3] بحرالرائق باب العدۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/ ۱۴۶

هذا اذا کانت حیۃ مشتہاۃ اما غیرھا یعنی المیتۃ وصغیرۃ لم تشتہ (فلا) تثبت الحرمۃ بھا اصلا، درمختار[1]

حرمت مصاہرہ تب ہوگی جب عورت زندہ اور شہوت والی ہو، لیکن اگر مردہ ہو یا صغیرہ غیر شہوت والی ہو تو حرمت مصاہرہ ہرگز ثابت نہ ہوگی، درمختار۔ (ت)

اور مشتہاۃ کم سے کم نو سال کی لڑکی ہوسکتی ہے تو عبارت ذیل بھی :

اویزداد انتشارا ای ان تکون منتشرۃ قبلہ حتی قیل من انتشرت اٰلتہ وطلب امرأتہ لوطیھا فاولجھا بین فخذی بنتہا لاتحرم علیہا امھا مالم یزداد انتشارا، ووجود الشھوۃ من احدھما یکفی[2]

یا انتشار زیادہ ہوجائے، یعنی آلہ تناسل پہلے منتشر تھا اس پر یہاں تک کہا گیا کہ اگر اس نے آلہ تناسل کے انتشار کے بعد بیوی کو طلب کیا ہو، یا طلب کرتے ہوئے غلطی سے بیوی کی بیٹی کی ران پر ٹل دیا تو اس لڑکی کی ماں حرام نہ ہوگی جب تک لڑکی کو چھوتے ہوئے انتشار زیادہ نہ ہوا ہو، اور چھوتے وقت مرد یا عورت میں سے ایک کا شہوت میں ہونا حرمت کے لیے کافی ہے۔ (ت)

جو شرح چلپی کے صفحہ ۹۲ کے متعلقہ حاشیہ پر درج ہے نو سال یا اس سے زائد کی لڑکی کے واسطے معلوم ہوتی ہے یا آٹھ دس سال کی لڑکی پر بھی یہ مسئلہ عائد ہوسکتا ہے یعنی حرمت مصاہرت ثابت ہوجائے گی یا کیا ؟

الجواب

ثبوت حرمت مصاہرت کے لیے مشتہاۃ ہونا ضروری ہے جیسا کہ درمختار وغیرہ عامہ کتب میں تصریح ہے اور وجود الشھوۃ من احدھما یکفی[3] (دونوں میں سے ایک کا شہوت سے ہونا کافی۔ ت) کے یہ معنی نہیں کہ صرف یہ مشتہی اور دختر غیر مشتہاۃ یا عورت مشتہاۃ ہو اور لڑکا غیر مشتہی تو حرمت ثابت ہوجائے یہ کسی کا بھی قول نہیں بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ یہ مشتہی ہو اور وہ مشتہاۃ اور بالفعل شہوت ایک کی طرف سے ہو مثلاً اس کے سوتے میں مس بشہوۃ کیا کہ اُسے اطلاع بھی نہ ہُوئی تو حرمت ہوگئی کہ وجود من احدھما کافی ہے، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴: از ماہم ڈاک خانہ نمبر ۱۶ بمبئی مرسلہ حاجی محمد سلیمان ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۰ھ

زید کا نکاح زید کی بھتیجی کی دختر سے حلال ہے یا حرام یعنی زید و بکر حقیقی دونوں بھائی ایک باپ مادر کی پشت سے ہیں، اب زید کا نکاح بکر کی نواسی سے حلال ہے یا نہیں؟ جیسا خدا و رسول کا حکم ہو قرآن مجید

---

[1] درمختار باب فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

[2] ذخیرۃ العقبٰی حاشیہ شرح وقایہ کتاب النکاح منشی نولکشور لکھنؤ ۲/۱۷۹

[3] ایضاً

حدیث، فقہ سے حکم صادر فرمائیں، بھتیجی کی لڑکی سے اور بھانجی کی لڑکی سے اور بھتیجے کی بیٹی اور بھانجے کی لڑکی سے نکاح درست ہے اور بھتیجی و بھانجی سے تو حرام ہے مگر ان کی اولاد آل سے جائز ہے یا حرام ہے؟

الجواب

حرام قطعی ہے، یہ سب اس کی بیٹیاں ہیں، جیسے بھتیجی بھانجی ویسے ہی ان کی اور بھتیجوں اور بھانجوں کی اولاد، اور اولاد اولاد کتنے ہی دور سلسلہ جائے سب حرام ہیں، بنات پوتیوں نواسیوں دُور تک کے سلسلے سب کو شامل ہے جس طرح فرمایا گیا: حرمت علیکم امھتکم و بنتکم[1] تم پر حرام کی گئیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں۔ اور ماؤں میں دادی نانی، پردادی، پرنانی جتنی اوپر ہوں سب داخل ہیں، اور بیٹیوں میں پوتی، نواسی، پرپوتی، پرنواسی جتنی ہوں نیچے سب داخل ہیں، یوں ہی فرمایا: و بنت الاخ و بنت الاخت[2] تم پر حرام کی گئیں بھائی کی بیٹیاں اور بہن کی بیٹیاں۔ ان میں بھی بھائی بہن کی پوتی، نواسی، پرپوتی، پرنواسی جتنی دُور ہوں سب داخل ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۱ از ضلع بہرائچ محلہ ناظرہ پورہ بمکان سید منصب علی صاحب عرضی نویس مرسلہ سید نصیر الدین صاحب ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

زید مذہب اہل السنۃ والجماعۃ نے ایک عورت شیعہ کے مطابق مذہب شیعہ صیغہ پڑھایا اور نکاح بطریق اہلسنت نہیں کیا اور مدۃ العمر دونوں اپنے اپنے مذہب پر قائم رہے، ایسی حالت میں جو اولاد ہوئی وہ جائز یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔

الجواب

آج کل تبرائی رافضی علی العموم مرتدین ہیں اور مرتد مرد خواہ عورت سے دنیا بھر میں کسی کا نکاح نہیں ہوسکتا، جو کچھ اولاد ہوگی ولد الحلال نہیں ہوسکتی۔ عالمگیری میں فتاوٰی ظہیریہ سے ہے:

یجب اکفار الروافض فی قولھم برجعۃ الاموات الی الدنیا الی ان قال و احکامھم احکام المرتدین[3]۔

رافضیوں کے اس قول پر کہ "فوت شدہ لوگ دنیا میں پھر واپس آئیں گے" ان کی تکفیر واجب ہے اور یہاں تک کہ انھوں نے فرمایا ان کے احکام مرتدین والے ہیں (ت)

اسی میں مبسوط سے ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

[2] " " ۴/ ۲۳

[3] فتاوٰی ہندیہ باب فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۶۴

لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ و لا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد[1]

مرتد کو کسی مرتدہ عورت، یا مسلمان یا اصلی کافر عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں اور یُوں ہی مرتدہ عورت کا بھی کسی ایک سے نکاح جائز نہیں۔ (ت)

اس کے بعد صیغہ و نکاح کی بحث کی کچھ حاجت نہیں، سُنّیوں کے طور پر نکاح ہوتا تو کب ہوسکتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۲ ازمیران پور کٹرہ تحصیل تلہر ضلع شاہجہان پور متصل چوکی مرسلہ قاضی تفضل حسین صاحب نائب ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

حاملہ عورت کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟ نیز یہ بھی تحریر فرمائیے کہ بُورے آدمیوں کے نکاحوں کا کیا حال ہے؟

الجواب

عورت جسے حلال سے حمل ہو دوسرے شخص سے اُس کا نکاح باطل محض ہے جب تک بچہ پیدا نہ ہولے، اور اگر بے شوہر عورت اور حمل زنا کا ہے تو اس سے نکاح ہوسکتا ہے۔ پھر اگر وُہ ہی نکاح کرے جس کا یہ حمل ہے تو وُہ پاس بھی جاسکتا ہے، اور اگر دوسرا شخص نکاح کرے تو جب تک بچّہ پیدا نہ ہولے ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ کما فی الدرالمختار وغیرہ (جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ ت) بُورہ نابالغ کے حکم میں ہے اس کا نکاح ولی کی اجازت سے ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ ۲۲۳ زید نہایت بدچلن تھا اب وہ مفقود الخبر ہے اور زید کی عورت کو گزراوقات کرنا دشوار ہے اور زید کے باپ نے اُس عورت کو نظر بد سے دیکھا اور زنا کیا اس صورت میں وہ عورت اپنا نکاح کرنا چاہتی ہے تاکہ اپنی گزراوقات کرے اور اس حرام سے بچے، اس صورت میں شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

معاذ اللہ اگر یہ زنا ثابت ہو اور اُس کا ثابت ہونا بہت دُشوار ہے تو عورت اپنے شوہر پر ضرور ہمیشہ حرام ہوگئی مگر نکاح سے نہ نکلی جب تک شوہر اپنی زبان سے اسے چھوڑنے کا کوئی لفظ نہ کہے۔ درمختار میں ہے:

بحرمۃ المصاھرۃ لایرتفع النکاح حتی لایحل لھا التزوج الابعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ والوطء بھا لایکون زنا[2]۔

حرمتِ مصاہرۃ سے نکاح ختم نہیں ہوتا اور عورت دوسرے کو اس وقت تک حلال نہ ہوگی جب تک متارکہ اور اس کی عدت پُوری نہ ہوجائے۔ اس دوران وطی کو زنا نہیں قرار دیا جائے گا۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ — فصل فی المحرمات بالشرک — نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸۲

[2] درمختار — باب فی المحرمات — مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

اُسی میں ہے :

تجب العدۃ بعد الوطء لا الخلوۃ للطلاق لا للموت من وقت التفریق او متارکۃ الزوج وان لم تعلم المرأۃ بالمتارکۃ فی الاصح[1] اھ قال الشامی خص الشارح المتارکۃ بالزوج کما فعل الزیلعی لان ظاھر کلامھم انھا لا تکون من المرأۃ اصلا مع ان فسخ ھذا النکاح یصح من کل منھما بمحضر الاخر اتفاقا والفرق بین المتارکۃ و الفسخ بعید کذا فی البحر وفرق فی النھر بان المتارکۃ فی معنی الطلاق فیختص بہ الزوج اما الفسخ فرفع العقد فلا یختص بہ وان کان فی معنی المتارکۃ ورد ہ الخیر الرملی بان الطلاق لا یتحقق فی الفاسد فکیف یقال ان المتارکۃ فی معنی الطلاق فالحق عدم الفرق ولذا جزم بہ المقدسی فی شرح نظم الکنز الخ وتمامہ فیما علقناہ علی البحر[2] اھ ذکر فیہ استناد الرملی بما لیس لہ بل علیہ کما

نکاح فاسد میں وقت تفریق یا متارکہ سے عورت پر وطی سے طلاق والی عدت ہوگی محض خلوت سے یہ عدت واجب ہوگی اور نہ ہی خاوند کی موت سے موت کی عدت ہوگی۔ عورت کو متارکہ کا علم نہ بھی ہو تب بھی خاوند کے متارکہ سے عدت لازم ہوگی اھ شامی نے کہا کہ شارح نے متارکہ کو خاوند کے ساتھ مختص کیا جیسا کہ امام زیلعی نے کیا ہے کیونکہ ظاہر کلام سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ متارکہ کا حق عورت کو نہیں ہے حالانکہ اس نکاح کا فسخ مرد اور عورت دونوں کو ایک دوسرے کی موجودگی میں بالاتفاق جائز ہے اور متارکہ اور فسخ میں فرق بعید ہے۔ بحر میں یوں ہی ہے جبکہ نہر میں فرق بتایا گیا ہے کہ متارکہ طلاق کی طرح ہے اس لیے طلاق کی طرح خاوند ہی متارکہ کرسکتا ہے، اور فسخ نکاح کو کالعدم قرار دینے کا نام ہے اس لیے یہ خاوند سے مختص نہ ہوگا، اگرچہ متارکہ کا معنٰی پایا جاتا ہے۔ اس کو خیر الدین رملی نے رَد کردیا اور کہا کہ فاسد نکاح میں طلاق کی ضرورت نہیں ہوتی تو وہاں متارکہ، طلاق کے معنٰی میں کیسے کہا جاسکتا ہے، لہٰذا حق یہی ہے کہ متارکہ اور فسخ میں کوئی فرق نہیں، اسی لیے مقدسی نے نظم الکنز کی شرح میں اس پر جزم کا اظہار کیا ہے۔ اور یہ تمام بحث بحر پر ہمارے حاشیہ میں ہے اھ وہاں شامی نے

---

[1] درمختار | باب فی المہر | مجتبائی دہلی | ۱/۲۰۱

[2] ردالمحتار | 〃 | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۳۵۲

بینہ فی منحۃ الخالق و بالجملۃ فلایثبت من کلامھم الا اختصاص الزوج بالمتارکۃ ثم لایشم خلافہ اصلا ، **اقول** وقول النہران المتارکۃ فی معنی الطلاق معناہ ان المتارکۃ فی الفاسد فی معنی الطلاق فی الصحیح فلا یمسہ ما ذکرالرملی و ایدہ الشامی و اما الاستشکال بقولھم کما فی الدر یثبت لکل واحد منھما فسخہ ولو بغیر محضر من صاحبہ دخل بھا اولا فی الاصح خروجا عن المعصیۃ فلاینافی وجوبہ بل یجب علی القاضی التفریق بینھما[1] اھ **فاقول** یتراأی لی واللہ تعالٰی اعلم ان ھذا فیما اذا وقع فاسدا کما اذا انکحھا بلاشھود او بعد ما مس امھا وذٰلک لانہ لم یثبت لہ الید الشرعیۃ علیھا اصلا وکان لکل منھما فسخہ ازالۃ للمعصیۃ وما ذکروا ھھنا من تخصیص المتارکۃ بالزوج فھو

خیرالدین رملی کی جو دلیل ذکر کی وُہ ان کے حق میں نہیں بلکہ ان کے خلاف ہے، جیسا کہ انھوں نے منحۃ الخالق میں اس کو ذکر کیا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ فقہاءِ کرام کے کلام سے متارکہ کا خاوند کے ساتھ خاص ہونا ہی ثابت ہوتا ہے ، اور اس کے خلاف کی بُو تک محسوس نہیں ہوتی۔ **اقول** نہر کے قول میں کہ متارکہ، طلاق کے معنی میں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے فاسد نکاح میں متارکہ طلاق کے قائم مقام ہے صحیح قول میں، لہذا رملی کا اعتراض بے جا ہے اس کی تائید علامہ شامی نے کی ہے ۔ باقی رہا وہ اشکال جو فقہاء کی اس عبارت سے پیدا ہوتا ہے جس کو دُر میں اختیار کیا ہے کہ مرد اور عورت دونوں کو فسخ کا اختیار ہے اگرچہ ایک دوسرے کی غیر حاضری میں ہو، دخول ہُوا ہو یا نہ، تاکہ گناہ سے اجتناب ہوسکے، اور یہ آپس کا متارکہ قاضی پر تفریق کے وجوب کے منافی نہیں ہے بلکہ قاضی دونوں میں تفریق کا حکم دے گا اھ **فاقول** واللہ تعالٰی اعلم مجھے جو معلوم ہوتا ہے وُہ یہ کہ مرد اور عورت دونوں کو بہرصورت فسخ کا اختیار اس صورت میں ہے جبکہ نکاح ابتداءً ہی فاسد منعقد ہوا ہو جیسے بغیر گواہوں کے نکاح یا منکوحہ کی ماں کو پہلے شہوت سے چُھو چکا ہو، کیونکہ اس صورت میں خاوند کا بیوی پر شرعی حق ثابت ہی نہیں ہوتا اس لیے دونوں کو ایک دوسرے سے متارکہ کا حق ہے تاکہ گناہ کا ازالہ ہوجائے، اور فقہاءِ کرام نے جو یہ کہا کہ متارکہ خاوند کا ہی حق ہے وُہ

---

[1] درمختار باب فی المھر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۱

فیما اذا طرأ الفساد فحرلا تستفرد بالفسخ لانه لیس دفعا بل رفع لید شرعیة ثبتت للزوج فلابد من متارکته والحکمة فیه ان لو جوزنا تفردها فیه بالفسخ لشاعت الفتن فکل امرأة ترید ان تفارق زوجها تقبل ابنه مثلاً بشهوة فیفسد النکاح فتفسخه مبتدءة وتنکح من شاءت وھذا باب یجب سدہ۔

اس صورت میں ہے جبکہ ابتداءً نکاح صحیح ہوا ہو اور بعد میں فساد اس پر طاری ہُوا ہو، تو اس صورت میں اکیلی عورت کو فسخ کا حق نہیں کیونکہ یہ گناہ کا دفاع نہیں بلکہ ثابت شدہ شرعی حق کا خاتمہ ہے اس لیے خاوند کی طرف سے متارکہ ضروری ہے اور اس کی حکمت یہ ہے کہ اگر اس صورت میں عورت کو مستقل طور پر فسخ کا حق دیا جائے تو فتنہ برپا ہوگا کہ جب بھی عورت اپنے خاوند سے علیحدگی چاہے تو وہ مثلاً خاوند کے بیٹے کا شہوت سے بوسہ لے لے اور خود نکاح کو فاسد کر کے جہاں چاہے نکاح کر تی پھرے تو اس فتنہ کا سدِّباب ضروری ہے۔(ت)

یہاں کہ شوہر مفقود ہے اور حرمت موجود ہے، عورت پر لازم کہ حاکم شرع کے حضور مرافعہ کرے اور وہ ثبوت لے، اگر دو گواہانِ عادل سے پدرِ زید کا زوجۂ زید کے ساتھ فعلِ بد کا ارتکاب ثابت ہولان ھذا ھو نصاب ثبوت حرمة المصاھرة وان لم یثبت به الزنا فی حق الحد (کیونکہ یہ حرمتِ مصاہرہ کے ثبوت کے لیے نصاب ہے اگرچہ اس سے حد کے معیار پر زنا ثابت نہیں ہوتا۔ت) تو ان دونوں مرد و زن میں تفریق کردے، روزِ تفریق سے عورت تین حیض کی عدت کرے اُس کے بعد نکاح ثانی جائز ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۴ از شہر بریلی مسئولہ عبدالجلیل صاحب طالب علم ۲۹ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور بکر آپس میں حقیقی برادر ہیں، زید عمر میں بکر سے بڑا ہے اور بکر عمر میں چھوٹا ہے زید سے۔ زید کے پاس ایک لڑکی ہے اور اس سے زید کو ایک نواسی بھی ہے، بکر کے پاس ایک لڑکا ہے، اس صورت میں زید اگر اپنی نواسی سے اپنے برادر حقیقی کے لڑکے کے ساتھ نکاح کر دے تو نکاح جائز ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

چچا کی نواسی سے نکاح جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴۵ از رنگون مرسلہ جناب سیٹھ عبدالستار ابن اسمٰعیل صاحب قادری برکاتی رضوی ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی سوتیلی والدہ کی سگی ہمشیرہ سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ شریعتِ مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

سوتیلی ماں ماں نہیں، قال اللہ تعالٰی: ان امھٰتھم الا الّٰئی ولدنھم[1] (تمھاری مائیں تو وہی ہیں جنھوں نے تمھیں جنم دیا ہے۔ت) اس کی سگی بہن سے نکاح جائز ہے۔ قال تعالٰی: واحل لکم ماوراء ذٰلکم[2] (محرمات کے علاوہ عورتیں تمھارے لیے حلال ہیں۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۶: از رامپور مرسلہ فاروق حسن صاحب ایڈیٹر اخبار دبدبہ سکندری ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ نادرۃ الوقوع میں کہ زید اپنے بیٹے عمرو کی زوجہ ہندہ سے فعل حرام کا مرتکب ہُوا، اب مابین عمرو و ہندہ کے نکاح باقی ہے یا نہیں؟ اور اگر عورت خود اقرار کرے کہ زید جو میرے شوہر کا باپ ہے وُہ مجھ سے بالجبر وطی کیا ہے اور زید منکر ہے تو کیا حکم؟ اور اگر زید و ہندہ دونوں اقرار کریں وقوعِ وطی کا تب کیا حکم؟ پھر اگر وقوعِ وطی کو شہادات سے ثابت کیا جائے تو شاہدوں کی شہادات کی صورت کیسی ہونی چاہیے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اس فعل سے عورت اپنے شوہر پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوجاتی ہے مگر نکاح زائل نہیں ہوتا، نہ عورت دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے جب تک شوہر متارکہ نہ کرے، مثلاً کہے میں نے تجھے چھوڑا اور عدت گزرے اُس کے بعد نکاح دوسرے سے کرسکے گی۔ درمختار میں ہے:

بحرمۃ المصاھرۃ لایرتفع النکاح حتی لایحل لھا التزوج باٰخر الابعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ[3]

حرمتِ مصاہرۃ سے نکاح ختم نہیں ہوتا اسی لیے دوسرے شخص سے اس عورت کا نکاح اس وقت تک جائز نہیں جب تک متارکہ اور اس کی عدت پوری نہ ہوجائے۔ (ت)

عورت کا بیان کوئی چیز نہیں جب تک شوہر اس کی تصدیق نہ کرے۔ درمختار میں ہے:

لان الحرمۃ لیست الیھا قالوا وبہ یفتی فی جمیع الوجوہ بزازیۃ[4]

کیونکہ حرمت کا فیصلہ عورت کے ہاتھ نہیں ہے اور فقہاء کرام نے فرمایا تمام صورتوں میں اسی پر فتوٰی ہے۔ بزازیہ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۲

[2] " " ۴/ ۲۴

[3] درمختار باب فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۸

[4] " باب الرضاع " " " ۱/ ۲۱۴

اور اگر پدرِ شوہر بھی اقرار کرے جب بھی شوہر پر حجت نہیں۔

لانہ یرید ازالۃ ملك ثابت بشھادۃ واحد لاسیما وھی علی فعل نفسہ وشھادۃ المرء علٰی فعل نفسہ لاتقبل کما نصوا علیہ قاطبۃ۔

کیونکہ ثابت شدہ ملکیت کو وہ ایک گواہی سے ختم کرنا چاہتا ہے خصوصاً جبکہ اس ایک گواہ کی شہادت اپنے فعل پر ہو جبکہ اپنے فعل پر کسی شخص کی شہادت مقبول نہیں، جیسا کہ اس پر تمام فقہاء کرام نے تصریح کی ہے۔(ت)

ہاں اگر شوہر کے قلب میں اس کا صدق واقع ہو تو اُس پر واجب ہے کہ عورت کو اپنے اوپر حرام جانے اور متارکہ کردے۔ بزازیہ پھر ہندیہ میں ہے:

فان وقع عندہ صدقہ وجب قبولہ[1]۔

تو اگر اس کے دل میں اس کا صدق واقع ہو تو اسے قبول کرنا اس پر واجب ہے۔(ت)

یا دو شاہد عدل کی گواہی سے یہ امر ثابت ہو اگرچہ اسی قدر کہ اس کے باپ نے اُسے بشہوت مس کیا یا بشہوت بوسہ لیا کہ حرمت کو اسی قدر بس ہے۔ تنویر الابصار میں ہے:

تقبل الشھادۃ علی اللمس والتقبیل عن شھوۃ فی المختار[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

شہوت کے ساتھ چھونے اور بوسہ لینے پر شہادت قبول کی جائے گی مختار قول میں۔(ت) واللہ اعلم

مسئلہ ۲۴۷: از بنڈیل اسٹیشن وڈاک خانہ ضلع ہوگلی مرسلہ حقا خاں صاحب ۲ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اپنے خاص دادا کی پرنتنی اور رجو کہ اپنے خاص دادا کی بھانجی کی لڑکی ہوتی ہے اور ایک رشتہ سے اپنی چچیری چچی ہوتی ہیں اُن سے عقد کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

پردادا کی پرنواسی، دادا کی بھانجی کی بیٹی، چچیری خواہ حقیقی چچی، اس میں کوئی رشتہ ممانعتِ نکاح کا نہیں، اس سے نکاح جائز ہے جبکہ رضاعت وغیرہ کوئی مانع شرعی نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۸: از ضلع پورینہ ڈاکخانہ فارس گنج از دکان بخشی شاہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی خوشدامن سے قصداً وطی کی اب اس کی بی بی کا نکاح اُس کے ساتھ قائم رہا یا نہیں یا پھر اُس کے ساتھ دوبارہ نکاح کرے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الفصل الثانی فی العمل بخبر الواحد فی المعاملات نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۱۲

[2] درمختار باب المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جس نے اپنی منکوحہ کی حقیقی ماں سے وطی کی یا اُسے قصداً خواہ کسی طرح بشہوت ہاتھ لگایا اُس کی عورت اُس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی، کبھی نہ اُسے رکھ سکتا ہے نہ کسی حال میں اس سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے اُس پر فرض ہے کہ عورت کو فوراً چھوڑ دے تاکہ وہ اس کے نکاح سے باہر ہوجائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۴۹ از ٹانڈہ چھنگا ڈاک خانہ درو ضلع بریلی مرسلہ ہدایت اللہ صاحب پارچہ فروش ۸ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ مریم و مسماۃ سکینہ کی والدہ ایک ہے لیکن باپ دونوں کے علیحدہ علیحدہ ہیں، اب مسماۃ مریم کی ایک دختر ہے جس کا نکاح مسماۃ مریم نے بکر کے ساتھ کردیا ہے، اب بکر اپنی زوجہ کی خالہ کو جس کا نام سکینہ ہے نکاح میں لانا چاہتا ہے، نزدیک اللہ و رسول کے یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؛ بینوا توجروا۔

الجواب

سکینہ سے اُس کا نکاح حرام ہے، ہاں جب اس کی یہ عورت مرجائے یا یہ اس کو طلاق دے دے اور عدت گزر جائے اُس وقت سکینہ سے نکاح کرسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۵۰ از موضع لال پور ڈاک خانہ موہن پور ملک بنگال مرسلہ منیر الدین احمد کرلوی لال پوری ۸ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اخت علاتی کی لڑکی کی لڑکی کے ساتھ نکاح حلال ہے یا حرام ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اپنی علاتی بہن کی پوتی سے نکاح حرام قطعی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۵۱ از موضع میونڈی ڈاک خانہ شاہی ضلع بریلی مرسلہ سید امیر عالم حسن صاحب ۱۶ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنا نکاح کسی عورت سے کیا اور اس عورت کی ایک دختر بھی پہلے شوہر کی اُس کے ساتھ تھی، بعد چند مدت کے اس عورت کا انتقال ہوگیا، اب زید یہ چاہتا ہے کہ میں اس لڑکی کے ساتھ اپنا نکاح کرلوں تو یہ نکاح کرنا درست ہے یا نہیں اگرچہ بی بی گھر میں ہو یا نہ ہو اور اگر ایسا کرلیا ہو تو کیا حکمِ شریعت ہے ایسے لوگوں کے لیے ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر اس عورت سے خلوت نہ ہوئی تھی تو اُس کے بعد اس کی بیٹی سے نکاح کرسکتا ہے ورنہ حرام، اور اگر کرلیا تو جُدا کردینا اور جُدا ہوجانا فرض قطعی۔ قال اللہ تعالٰی:

وربائبکم التی فی حجورکم من نسائکم التی دخلتم بھن فان لم تکونوا دخلتم بھن فلا جناح علیکم[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

تمہاری مدخولہ بیویوں کی وُہ بیٹیاں جو تمہارے پاس زیر پرورش ہیں، اور اگر بیویوں سے دخول نہ کیا ہو تو تمہیں ممانعت نہیں۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۲ از موضع بھوٹی ڈاک خانہ امریا ضلع پیلی بھیت مرسلہ محمد نور صاحب ۲۷ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی عبدالرزاق نے ایک مسماۃ محمودہ عرف نورجہاں کے ساتھ نکاح کیا اور اُس کے بعد اس کی بہن جو ایک ماں سے پیدا ہوئی ہیں مگر باپ دونوں کا دو ہیں اس کا نام مسماۃ نجبن ہے نکاح کرلیا، عرصہ تقریباً چھ ماہ سے زائد ہوگیا، مسلمانوں نے یہاں کے اس کو بہت بُرا سمجھا اور اُس سے کہا کہ ایک عورت کو دونوں میں سے طلاق دے دو، مگر نہیں سمجھا، اس پر مسلمانوں نے اپنا رسم ترک کردیا تو وُہ مجبور ہوگیا، مسماۃ نورجہاں زوجۂ اول سخت بیمار ہوگئی تو اس کے پاس لوگوں کا اکٹھا ہوگیا، اس نے خواہش کی میری طلاق ہوجائے تو افضل ہے، اور مسماۃ نورجہاں اب عرصہ ایک ہفتہ سے کسی جگہ بلا اجازتِ شوہر گھر سے چلی گئی ہے اور ہنوز مفقود الخبر ہے، اب عبدالرزاق و نورجہاں مفقود الخبر کی خواہش یہ تھی کہ ہم میں باہمی طلاق ہوجائے اور مسماۃ نجبن سے نکاح ہوجاوے تو مناسب ہو، ایسی صورت میں مسماۃ نورجہاں کو طلاق دے سکتا ہے یا نہیں اور نجبن سے دوبارہ نکاح پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نورجہاں کو طلاق دینے کے بعد اُس کی عدت گزر جائے یعنی اُسے تین حیض آکر ختم ہوجائیں اُس کے بعد نجبن سے نکاح کرسکتا ہے ورنہ حرام حرام حرام۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۳ از ہوڑہ محلہ بینا پاڑہ مدرسہ دارالعلوم مرسلہ میر احسان علی صاحب مدرس ۵ ذی قعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جس نے اپنی عورت کو طلاق دے دیا ایک ہفتہ ہُوا طلاق دے کر، اور جس شخص سے اب نکاح ہوگا وُہ عورت اُسی شخص کے گھر ہے مگر وُہ شخص باہر رہتا ہے

---

[1] القرآن الکریم ۴/۲۳

اندر مکان کے نہیں جاتا، کہتا ہے کہ جب تک نکاح نہ ہوگا اندر نہ جاؤں گا اور عورت کی دایہ وغیرہ سے جانچ کرایا گیا کہ حمل تو نہیں ہے، معلوم ہُوا کہ حمل نہیں ہے اس صورت میں اگر نکاح کر دیا جائے تو گناہ تو نہیں ہو سکتا؟ جلدی اس وجہ سے کی جاتی ہے کہ شیطان ہر وقت بہکاتا ہے، اس صورت میں جلد نکاح کر دیا جاوے اس پر کیا حکم ہے؟ صرف گناہ کا خیال کر کے ایسا ہو کہ عدت کے اندر نکاح کر دیا جاوے حمل نہیں ہے۔ بیّنوا توجروا

الجواب

عدت کے اندر نکاح حرام حرام حرام۔ نکاح تو نکاح، نکاح کا پیام دینا حرام۔ اگر نکاح ہوا اور قربت ہو تو زنا ہوگا، اس سے زیادہ یہاں شیطان کا بہکانا اور کیا ہے جسے خود چاہ رہے ہو، عورت کو ایام عدت شوہر ہی کے مکان پر پورے کرنے فرض ہیں وہاں سے نکلنا حرام ہے، اب کہ نکل آئی ہے، فرض ہے کہ فوراً شوہر کے یہاں چلی جائے اور وہیں عدت کے دن پورے کرے، اگر یہاں سے وہاں تک تین دن کی راہ نہ ہو، ورنہ اطمینان کی جگہ رہے، اس شخص کے یہاں جب تک ہرگز نہ رہے جس سے اندیشہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۴ از مقام ٹانڈہ چھنگا ڈاک خانہ درو تحصیل کچھا مرسلہ عبداللہ صاحب نقیب بنجارہ ۱۰ ذی قعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مریم و سکینہ ہمشیرہ حقیقی ہیں لیکن باپ دونوں کے جُدا ہیں ایک خیاط دوسرا نداف، اب مریم کی ایک دختر ہے جس کا نام فاطمہ ہے اور فاطمہ کا نکاح زید کے ساتھ ہوگیا ہے اب زید اپنی زوجہ کی حقیقی خالہ کو نکاح میں لا کر دونوں سے ہمبستر ہو رہا ہے اس صورت میں اللہ و رسول کا کیا حکم ہے عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، کیا دونوں نکاح جائز ہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

حرام حرام حرام قطعی حرام، اس پر فرض ہے کہ اپنی زوجہ کی خالہ کو چھوڑ دے اور جب تک اُس کی عدت گزرے زوجہ کو ہاتھ لگانا بھی اس پر حرام ہے جب اُس کی خالہ عدت سے نکل جائے اُس وقت اسے اپنی زوجہ کے پاس جانا حلال ہوگا وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵۵ از سلطان پور ملک اودھ مرسلہ عبدالخالق صاحب عرائض نویس کچہری دیوانی ۱۸ ذی قعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی تین شادیاں ہوئیں، زوجہ اول سے ایک لڑکی پیدا ہُوئی اور اس کی شادی زید کے حقیقی بھتیجے کے ساتھ ہُوئی اور اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جو زید کی حقیقی نواسی ہوئی، اور زید کی تیسری شادی جو ہُوئی اس سے تین لڑکے ہیں اب زید اس اپنے لڑکے یعنی نرینہ کی شادی اپنے حقیقی بھتیجے کی لڑکی کے ساتھ کیا چاہتا ہے پس ایسی حالت میں جائز ہے یا ناجائز؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

حرام حرام حرام، وُہ صرف اس کے بھائی کی پوتی نہیں جو اس کے بیٹے کو حلال ہو نو واس کی نواسی بھی ہے تو اس کے بیٹے کی بھانجی ہے اگرچہ بیٹا اور زوجہ سے ہے اور وُہ بیٹی اور سے تھی بہرحال بھانجی ہے اور بھانجی حرام۔ قال اللہ تعالٰی : و بنٰت الاخت[1] (اور تمھاری بھانجیاں حرام ہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۶ از شہر آگرہ کلو گلی نائی منڈی مرسلہ رحیم بخش صاحب مالک کارخانہ رحیم شو فیکٹری ۱۶ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید جو پابند مذہب اہل سنت وجماعت تھا اس نے اپنا عقد نکاح مسماۃ ہندہ کے ساتھ کیا جو مذہب اہل شیعہ رکھتی تھی، زید نے اپنے بیٹے عمرو کا نکاح جو بطن ہندہ سے پیدا ہُوا تھا بحالت نابالغی بکر کی لڑکی حلیمہ نابالغہ کے ساتھ کردیا اور بوجہ نابالغی منکوحہ حلیمہ کی وداع نہیں ہُوئی حلیمہ نجیب الطرفین اہلسنت والجماعت ہے۔ زید بقضائے الٰہی فوت ہوگیا، زید کی بیوہ ہندہ نیز اس کی تمام اولاد ہر طریقہ سے پابند اہل تشیع ہے، عمرو اب بالغ ہوکر چاہتا ہے کہ اپنی زوجہ کو رخصت کراکے لے جائے، حلیمہ بھی اب چونکہ بالغہ ہے وُہ اپنے عقد میں ایک غیر مذہب کے آدمی شیعہ کو منظور نہیں کرتی اور اس کے ساتھ جانا نہیں چاہتی نیز والدین حلیمہ بھی اب وداع سے انکاری ہیں، اندریں صورت یہ نکاح حلیمہ کا جو بحالت نابالغی ایک شیعہ کے ساتھ ہُوا تھا از روئے شرع شریف جائز رہا یا باطل؟ اور حلیمہ اپنا عقد نکاح کسی دوسری جگہ کرسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

آج کل جو لوگ شیعہ کہلاتے ہیں یعنی تبرائی رافضی، اُن کے ساتھ نکاح باطل محض ہے، اگر حلیمہ اور اُس کے اولیا سب راضی ہیں تو اللہ و رسول راضی نہیں، حلیمہ کو حرام ہے کہ اپنے آپ کو اُس کی زوجیت میں سمجھے۔ فتاوٰی ظہیریہ و حدیقہ ندیہ و عالمگیریہ میں مثال روافض کے لیے ہے احکامھم احکام المرتدین[1] (ان کے احکام مرتدین والے ہیں۔ ت) نیز عالمگیری میں ہے :

لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذٰلک لا یجوز نکاح المرتدۃ مع احد[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

مرتد کا مرتدہ، مسلمہ اور اصلی کافرہ عورت سے نکاح جائز نہیں، اور یوں ہی مرتدہ کو بھی کسی سے نکاح جائز نہیں۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ والاستخفاف بالشریعۃ کفر ای ردہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۳۰۵

[2] فتاوٰی ہندیہ فصل المحرمات بالشرک نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۸۲

مسئلہ ۲۵۷: از شمس آباد ضلع کیمل پور مرسلہ مولانا مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب ۱۶ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید خود عرصہ تیرہ ۱۳ برس سے ملک افریقہ میں رہتا ہے اُس کی خوشدامن کہتی ہے کہ اُس نے میرے ساتھ فعل بد کیا ہے اس پر دو گواہ اس امر کے معائنہ کے ہیں کہ ایک کہتا ہے کہ میں بوقت دوپہر کے فلاں مقام میں دونوں کو عین مشغولی میں دیکھا، دُوسرا کہتا ہے کہ دونوں کو کپڑے پہنتے ہوئے دیکھا ہے، اُس موضع کے کل لوگ ہر ایک مکان کے ایک دو آدمی جن کا مجموعہ ۵۰ نفر ہوتے ہیں یہی کہتے ہیں کہ قرائن قاطعہ سے ہم لوگ جانتے ہیں کہ زید اور اس کی خوشدامن باہم بدمعاش تھے اور ان کے ناجائز تعلق میں کوئی شک نہ تھا، برابر دو برس تک دونوں کا باہم اختلاط اور انبساط رہا، جب ان دو گواہوں نے اُن کو ایسی کریہہ صورت میں دیکھا تب سے زید فرار کرگیا اور ایک دوسرے سے کہہ گیا کہ اب میری عورت غیر مدخولہ جو کہ اس خوشدامن کی دختر ہے میرے اوپر حرام ہے جس کو اُس کا دل چاہے دے دے، اس کی عورت اب عرصہ آٹھ دس برس سے جوان ہے اور خورونوش و سکونت کی اس کو بہت تکلیف ہے اور غالب گمان ہے کہ کہیں حرامکاری میں مبتلا ہوجائے، پس اگر کوئی عالم افقہ واورع اُس علاقہ کا بموجب عبارت حدیقہ ندیہ:

واذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور کلھا مفوضۃ الی العلماء ویصیرون ولاۃ[1]	جب زمانہ موثر حکمران سے خالی ہو تو تمام فیصلہ طلب امور علماء کے سپرد ہوں گے اور وہ والی قرار پائیں گے۔ (ت)

کے اُس غائب کے باپ کے رُوبرو یا اس کی طرف سے کسی کو وکیل کرکے اُس پر سمع دعوٰی و شہادت کرکے تفریق کا حکم دے دے تو درست ہوگا یا نہیں، اور اگر درست ہے تو چونکہ غائب ولایت قاضی میں نہیں لہذا اُس کی طرف سے مسخر پکڑنے کی کیا صورت ہوسکتی ہے؛ شامی جلد ۳ ص ۳۵۳ میں باب القضاء میں وفی البحر والمعتمد ان القضاء علی المسخر الخ (بحر میں ہے مسخر کے خلاف فیصلہ صادر کرنے سے متعلق معتمد قول الخ۔ ت) کے متعلق ہے:

وتفسیر المسخر ان ینصب القاضی وکیلا عن الغائب لیسمع الخصومۃ علیہ وشرطہ عند القائل بہ ان یکون الغائب فی ولایۃ القاضی[2]	اور مسخر کی تفسیر یہ ہے کہ قاضی کسی غائب شخص کی طرف سے کسی کو وکیل بنائے تاکہ وُہ غائب کے خلاف الزامات کو سن سکے، لیکن اس کے جواز کے قائل کے ہاں یہ شرط ہے کہ وُہ غائب شخص اس قاضی کے علاقہ میں ہو۔ (ت)

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ النوع الثالث من انواع العلوم الثلاثۃ الخ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۳۵۱

[2] ردالمحتار فصل فی الحبس مطلب فی القضاء علی المسخر داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۳۹

الجواب

صورت مسطورہ اگر واقعی ہے تو اصلاً نہ کسی قضا کی حاجت نہ تفریق کی ضرورت۔ نہ مسخ در کار نہ قضا علی الغائب، عورت کو اختیار ہے فی الحال جہاں چاہے اپنا نکاح کرسکتی ہے، یہ دو حال سے خالی نہیں، یہ حُرمتِ مصاہرت یا تو نکاحِ دختر سے پہلے ہوئی یا بعد، اگر پہلے ہُوئی تو نکاح سرے سے فاسد و مردود واقع ہُوا، عورت بذاتِ خود اسے فسخ کرسکتی ہے اگرچہ شوہر کی غیبت میں کہ وہ معصیت ہے اور اعدامِ معصیت سب پر واجب، کماحققناہ فیما علی رد المحتار علقناہ (جیسا کہ ردالمحتار کے حاشیہ میں ہم نے اس کی تحقیق کی ہے۔ت) درمختار میں ہے:

(و) یثبت لکل واحد منهما فسخه و لو بغیر محضر من صاحبه دخل بها او لا فی الاصح خروجا عن المعصیة فلاینافی وجوبه[1]

اور دونوں مرد اور عورت کے لیے اس نکاح کو ایک دوسرے کی موجودگی کے بغیر بھی فسخ کرنا جائز ہے دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو اصح قول میں تاکہ گناہ کو ختم کیا جاسکے، اور یہ بات قاضی پر تفریق کے وجوب کے منافی نہیں ہے۔ (ت)

اور اگر وہ حرمتِ مصاہرت بعد نکاح واقع ہُوئی تو نکاح فاسد تو ہوگیا مگر بلا متارکہ فسخ نہ ہوگا اور عورت کو دُوسری جگہ نکاح کا اختیار نہ ہوگا اور یہ متارکہ صرف شوہر ہی کرسکتا ہے کما بینا وبه وفقنا علی ابن عابدین علقنا (جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہیں اور ردالمحتار کے حاشیہ میں ہمیں اسی کی توفیق دی گئی۔ت)

درمختار میں ہے:

بحرمة المصاهرة لایرتفع النکاح حتی لایحل لها التزوج بأخر الا بعد المتارکة و انقضاء العدة و الوطی بها لایکون زنا[2]۔

حرمتِ مصاہرہ سے نکاح ختم نہیں ہوتا اسی لیے عورت کو دوسرے شخص سے نکاح اس وقت تک جائز نہیں جب تک متارکہ کے بعد عدت نہ گزر جائے، اس دوران خاوند کی اس سے وطی کو زنا کا حکم نہ دیا جائیگا۔(ت)

اُسی میں ہے:

مبدؤها (ای العدة) فی النکاح الفاسد بعد التفریق من القاضی بینهما او المتارکة

عدت کی ابتداء متارکہ یا قاضی کی تفریق کے بعد ہوگی، متارکہ سے مراد خاوند کا مدخولہ بیوی سے علیحدگی کا اعلان

---

[1] درمختار | باب فی المهر | مجتبائی دہلی | ۱/۲۰۱

[2] " | باب فی المحرمات | " " | ۱/۱۸۸

ای اظهار العزم من الزوج علی ترك وطئها لا مجرد العزم لومن خوله[1]	ہے صرف وطی کے ترک کا عزم کافی نہیں ہے۔ (ت)

یہاں تک کہ زید نے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ اب یہ میری عورت غیر مدخولہ میرے اوپر حرام ہے جس کو اس کا دل چاہے دے دے بالاتفاق متارکہ ہوگیا اور نکاح فسخ ہوگیا قضاء قاضی کی کچھ حاجت نہیں، نہ غیر مدخولہ کو عدت کی حاجت، اُس وقت جس سے چاہے نکاح کرلے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۸: از قصبہ ایراواں محلہ سادات ضلع فتحپور مرسلہ سید محمد رفیع صاحب ۲۸ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی فقیرے نے مسماۃ ببیا کا (جبکہ اس کی گود میں مسماۃ حفیظن اُس کی لڑکی دُودھ پیتی تھی) اندر ایام رضاعت کے دودھ پیا، اُسی مسماۃ ببیا کے دوسری لڑکی مسماۃ فہیمن پیدا ہوئی، اب فقیرے مذکور کا نکاح مسماۃ فہیمن کے ساتھ کیا گیا یہ نکاح شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟ اگر ناجائز ہے تو مسماۃ فہیمن کسی دوسرے مرد سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ اور فہیمن کو فقیرے سے طلاق حاصل کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ببیا کی اگلی پچھلی سب لڑکیاں فقیرے کی حقیقی بہنیں ہیں اور اُن میں کسی سے اُس کا نکاح نہیں ہوسکتا حرام محض ہے، اس پر فرض ہے فہیمن کو فوراً چھوڑ دے اور وہ نہ چھوڑے تو فہیمن پر فرض ہے کہ فوراً اس فاسد نکاح کو فسخ کردے اور عدت کے بعد جس سے چاہے نکاح کرلے۔ درمختار میں ہے:

یثبت لکل واحد منهما فسخه ولو بغیر محضر من صاحبه دخل بها اولا فی الاصح خروجا عن المعصیة فلاینا فی وجوبه[2] واللہ تعالٰی اعلم	مرد و عورت ہر ایک کو فسخ کا حق حاصل ہے خواہ دوسرے کی موجودگی ہو یا نہ ہو، دخول کیا ہو یا نہ، اصح قول میں، تاکہ گناہ کو ختم کیا جاسکے، اور یہ بات قاضی پر جبراً تفریق کے منافی نہیں ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۹: از موضع خورد مئو ڈاک خانہ بدوسرائے ضلع بارہ بنکی مرسلہ صفدر علی صاحب ۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد فوت ہونے بیوی کے، بیوی کی خالہ وعمہ سے نکاح جائز

---

[1] درمختار باب فی العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۸
[2] درمختار باب فی المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۱

ہے یا ناجائز؟ اور لڑکے کے طلاق دینے پر یا لڑکے کے مرجانے پر بہو کے ساتھ نکاح درست ہے یا نہیں؟

الجواب

زوجہ کے مرنے پر اس کی خالہ وعمہ سے نکاح جائز ہے۔ قال تعالیٰ، واحل لکم ما وراء ذٰلکم[1] (اور محرمات کے سوا عورتیں تمھارے لیے حلال کی گئی ہیں۔ ت) اور بیٹا مرجائے خواہ طلاق دے دے اس کی زوجہ سے نکاح ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہے۔ قال تعالٰے، وحلائل ابنائکم[2] (اور تمھارے بیٹوں کی بیویاں۔ ت) واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ ۲۶۰ از پرسونہ پرگنہ بریلی مرسلہ شیخ کریم اللہ و منشی الہ دین و معین الدین وسعدی و شیخ مسیت زمیندار و بندو خاں و واحد مکھیا و غلامی ۲۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

جناب عالی! گزارش ہے کہ مسمی میڈو نورباف نے نکاح کیا تھا، اس کی بی بی کے ساتھ ایک لڑکی آئی تھی اس کے ساتھ مسمی میڈو مذکور نے حرکت ناشائستہ کی اور ایک لڑکا بھی پیدا ہوا ہے اب اس کو علیحدہ کردیا ہے وہ اپنی خطا معاف کرانا چاہتا ہے، حضور پُرنور اس امر میں کیا فتوٰی فرماتے ہیں؟ فقط

الجواب

اُس کی عورت اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی اس پر فرض ہے کہ فوراً اسے چھوڑ دے اور اب کبھی اُس سے کسی طرح نکاح نہیں کرسکتا، نہ کبھی کسی طرح اس لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے، یہ اس کی بیٹی کی جگہ ہے اور بی بی ماں کی جگہ ہوگئی، دونوں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئیں، دونوں کو فوراً جدا کردے اور سچے دل سے تائب ہو اور نماز کی پُوری پابندی کرے تو اُسے ملالیں ورنہ ہمیشہ برادری سے خارج رکھیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۱ از پیران پٹن معرفت اسٹیشن میانہ محلہ قصاب واڑہ مرسلہ کمال بھائی یارو بھائی ۲۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مثلاً بکر کے دو فرزند ہیں ایک کا نام زید ہے دوسرے کا عمرو، زید کا نکاح ہونے سے ایک دختر پیدا ہوئی جس کا نام فاطمہ ہے، اب فاطمہ کی شادی ہونے سے فاطمہ کے ایک دختر پیدا ہوئی جس کا نام مریم ہے، اب مریم کا نکاح عمرو کے ساتھ ازروئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ اور اس میں دُودھ کا تعلق کسی طرف سے اور کسی ذریعہ سے کسی کا بھی نہیں؟ اور یہ جو دونوں فرزند

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۴

[2] ؍؍ ؍؍ ۴/ ۲۳

بکر کے ہیں یعنی زید و عمرو ان دونوں کی والدہ الگ الگ ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

زید عمرو کا بھائی ہے، فاطمہ عمرو کی بھتیجی ہے، مریم عمرو کی بھتیجی کی بیٹی ہے۔ جیسے بھتیجی حرام ہے یونہی بھتیجی کی بیٹی حرام ہے، بھتیجی بیٹی ہے اور بھتیجی کی بیٹی نواسی۔ عمرو مریم کا نانا ہے، نانا کے لیے نواسی کیسے حلال ہوسکتی ہے، قال اللہ تعالٰی: وبنٰت الاخ[1] تم پر بھائی کی بیٹیاں حرام ہیں۔ بیٹیوں میں نواسیاں پوتیاں بھی داخل ہیں، جیسے فرمایا، حرمت علیکم امھٰتکم و بنٰتکم[2] تم پر حرام ہیں تمہاری مائیں تمہاری بیٹیاں۔ بیٹیوں میں نواسی پوتی داخل نہ ہوں تو آدمی پر خود اس کی پوتی نواسی کہاں سے حرام ہوگی کہ قرآن مجید میں تو بیٹیاں حرام فرمائیں اور یہ محرمات گنا کر فرمایا:

واحل لکم ماوراء ذٰلکم[3]

ان کے سوا اور جو رہیں وہ تم پر حلال ہیں۔

بالجملہ بھائی کی نواسی حرام ہونے سے انکار قرآن و اسلام سے انکار ہے۔ نقایہ میں ہے:

حرم علی المرء اصلہ وفرعہ وفرع اصلہ القریب[4] الخ۔

مرد پر اس کے اصول و فروع اور اصلِ قریب یعنی ماں باپ کے فروع حرام ہیں الخ (ت)

جامع الرموز میں ہے:

من الاخوات لاب وام او لاحدھما وبنات الاخوۃ وان بعدت[5] واللہ تعالٰی اعلم

سگی بہنیں یا ماں یا باپ کی طرف سے بہنیں اور بھتیجیاں نیچے تک۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۲: از شہر بریلی سبزی منڈی مسئولہ کبیر احمد صاحب ۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی نواسی زوجہ اول سے اور زید کا لڑکا زوجہ ثانیہ سے جس کو ایک شخص غیر نے پالا ہے، کیا پسرِ زید زید کی نواسی کی لڑکی سے عقد کرسکتا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

حرام ہے، وہ اس کی بھانجی کی بیٹی ہے اس کی نواسی کی جگہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳ [2] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

[3] " " ۴/ ۲۴

[4] مختصر الوقایۃ فی مسائل الھدایۃ کتاب النکاح نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۲

[5] جامع الرموز کتاب النکاح مکتبۃ الاسلام گنبد قاموس ایران ۱/ ۴۴۹

مسئلہ ۲۶۳ از فتح پور محلہ سیدواڑہ مرسلہ نورخاں محرر، محمدیارخاں وکیل ہائی کورٹ
۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور بکر دونوں کی عورتیں رشتہ میں سگی بہنیں تھیں، زید کی بی بی کے تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں، منجملہ اُن کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی مرگئی، اور ایک لڑکی بیوہ موجود ہے، اور بکر کی بی بی کا ایک لڑکا بن بیاہا موجود ہے، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ جب زید کا پہلا لڑکا پیدا ہوا ہے تو بکر کے اس لڑکے نے اپنی خالہ یعنی زید کی بی بی کا دُودھ پیا تھا، بعد اس کے تین اولاد بعد زید کی یہ لڑکی پیدا ہوئی جو اس وقت بیوہ موجود ہے، اس سے بکر کے کنوارے لڑکے کا نکاح درست ہے یا ہوسکتا ہے جبکہ بکر کے بیٹے نے زید کی بی بی کا دُودھ پیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ زید کی بی بی کا دودھ بکر کے بیٹے نے پیا ہے اور زید کی بیٹی یہ اُس دُودھ شریکی بھائی کی تیسری اولاد کے بعد پیدا ہوئی ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

ان دونوں کا نکاح حرام قطعی ہے، وہ آپس میں سگے بھائی بہن ہیں، تین یا تیس اولاد کے بعد اس لڑکی کا پیدا ہونا زید اور زید کی بی بی کو بکر کے بیٹے کے ماں باپ ہونے سے خارج نہ کرے گا، نہ ان کی کسی اولاد کو پسرِ بکر کے بھائی بہن ہونے سے۔ قال اللہ تعالٰی: واخواتکم من الرضاعۃ[1] (اور تمہاری رضاعی بہنیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۴ از نواب گنج ضلع بریلی مرسلہ سید نثار حسین صاحب ۱۵ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

زید کی زوجہ ہندہ کی ہمشیرہ زاہدہ ہے، زاہدہ کے زید سے بلا نکاح لڑکا پیدا ہوا، ہندہ کے ساتھ زید کا نکاح رہا یا نہیں؟ اور زاہدہ کے ساتھ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ہندہ بدستور اُس کے نکاح میں ہے، سالی کے ساتھ زنا حرام ہے مگر عورت کو حرام نہیں کرتا، زاہدہ سے جب تک ہندہ اس کے نکاح میں ہے نکاح نہیں کرسکتا، اگر ہندہ مرجائے تو اسی وقت یا یہ اُسے طلاق دے دے تو عدت گزرنے پر زاہدہ سے نکاح کرسکے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۵ از لاہور مسجد بیگم شاہی مسئولہ مولوی احمد الدین صاحب ۶ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

زید نے ہندہ سے نکاح کیا بحالت نابالغی ہندہ زید نے اُس سے وطی کی، بعد وطی ہندہ کو طلاق دے دی

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

اُس نے عمرو سے نکاح کیا عمرو سے ہندہ کے لڑکی پیدا ہوئی تو یہ لڑکی زید پر حرام ہے یا نہیں؟ ماں سے محض نکاح بیٹی کو حرام کرتا ہے یا نہیں، یونہی بیٹی سے نکاح ماں کو؟ دونوں میں وطی شرطِ حرمت ہے یا نہیں؟ اور وطی کے لیے کیا بلوغ مدخولہ شرط ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

شریعت مطہرہ کا حکم یہ ہے کہ بیٹی سے مجرد نکاح ماں کو حرام ابدی کرتا ہے وطی کی شرط نہیں۔ قال تعالیٰ:

وامھٰت نسائکم[1] (تمھاری بیویوں کی مائیں۔ ت) اور وطی ہو تو بدرجۂ اولیٰ نکاحاً ہو تو بالاجماع اور بلا نکاح ہو تو ہمارے نزدیک اور ماں سے مجرد نکاح بیٹی کو حرام نہیں کرتا جب تک وطی نہ ہو، قال تعالیٰ:

وربائبکم التی فی حجورکم من نسائکم التی دخلتم بھن فان لم تکونوا دخلتم بھن فلاجناح علیکم[2] تمھاری مدخولہ بیویوں کی وُہ بیٹیاں جو تمھاری پرورش میں ہیں، اور اگر تم نے بیویوں سے دخول نہ کیا تو تم پر ممانعت نہیں۔ (ت)

ہاں اگر وطی ہو تو تحریم لائے گی اسی تفصیل پر کہ نکاح میں بالاجماع اور بلا نکاح ہمارے نزدیک تو وہ صغیرہ نابالغہ جس سے زید نے صحبت کی پھر طلاق دے دی اور اس نے دوسرے سے نکاح کیا اور اس سے اس عورت کے بیٹی پیدا ہوئی یہ بیٹی قطعاً شوہرِ اول پر حرام ہے کہ جب صحبت کی دخلتم بھن صادق آگیا بلوغ کی شرط نہیں، ہاں اگر صغیرہ چار پانچ برس کی بچی ہو جہاں ایلاجِ حشفہ ممکن نہ ہو تو البتہ حُرمت نہ ہوگی کہ صحبت نہ ہوگی اور مدخولہ کی ماں مطلقاً حرام ہے خواہ مدخولہ بالحلال ہو یا بالحرام، اور زوجہ کی والدہ ابداً اپنی ماں کی طرح ہے زوجہ کے مرنے یا طلاق ہو کر عدت گزرنے کے بعد بھی کسی طرح حلال نہیں ہوسکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۶۶: ازموضع سندھولی ضلع بریلی مسئولہ غفور صاحب ۲۷ شعبان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ علاوہ چچی وپھوپھی وممانی و دادی و نانی و والدہ وغیرہ کے رشتہ داروں میں کس عورت سے نکاح جائز ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

چچی اور ممانی سے بھی نکاح جائز ہے۔ نسبی رشتوں میں چار قسم کی عورتیں حرام ہیں،

ایک وُہ کہ جن کی اولاد سے ہے جیسے ماں، دادی، نانی کتنے ہی اوپر کی ہوں۔

دوسری وُہ جو اس کی اولاد ہیں جیسے بیٹی، پوتی، نواسی کتنے ہی نیچے کی ہوں۔

تیسری وُہ جو اس کے ماں یا باپ کی اولاد خواہ اولاد در اولاد جیسے بہن، بھانجی، بھتیجی اور ان کی

---

[1] و [2] القرآن الکریم ۴/۲۳

اور بھائیوں بھتیجوں کی اولاد کتنی ہی دُور ہوں۔

چوتھی وہ کہ ماں باپ کے سوا اور جن کی اولاد سے یہ شخص ہے جیسے دادا، دادی، نانا، نانی کتنے ہی اوپر کے ہوں اُن کی خاص اپنی اولاد جیسے اپنی پھوپھی خالہ یا اپنے ماں یا دادا یا دادی یا نانا یا نانی کی پھوپھی خالہ، ان لوگوں کی اولاد کی اولاد حرام نہیں جیسے پھوپھی کی بیٹی یا خالہ کی بیٹی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۶۷ از موضع سندھولی ضلع بریلی مسئولہ غفور صاحب ۲۷ شعبان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک کنواری لڑکی کا حمل زید سے رہ گیا اس کے والدین نے عمرو کے ساتھ نکاح کر دیا، اب علمائے دین کی خدمت بابرکت میں استغاثہ ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ جس کا نطفہ ہے اُسی کے ساتھ نکاح جائز ہے اور بعض کہتے ہیں کہ عمرو کے ساتھ بھی نکاح جائز ہے۔

الجواب

نکاح عمرو سے بھی جائز ہے مگر عمرو کو اس کے پاس جانا منع ہے جب تک بچہ نہ ہولے، یہ اُس صورت میں ہے کہ حمل زنا کا ہو، اور اگر زنا نہ ہُوا بلکہ شبہہ اور دھوکے سے زید اس کے ساتھ ہمبستر ہوا تو بیشک جب تک بچہ نہ ہولے دوسرے سے نکاح جائز ہی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۶۸ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا پھر اس کی بہن کو بھی گھر میں ڈال لیا اب زید کا ہندہ سے وطی کرنا کیسا ہے اور دونوں بہنوں کی اولاد کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر دوسری کو بلا نکاح گھر میں ڈال لیا تو پہلی سے وطی بدستور جائز ہے اس سے جو اولاد ہوگی اولاد حلال ہے، اور اس دوسری سے صحبت حرام وزنا ہے اس سے جو اولاد ہوگی ولد الزنا ہوگی۔ اور اگر دوسری سے بھی نکاح کر لیا تو جب تک اسے ہاتھ نہ لگایا پہلی سے وطی حلال ہے، لیکن جس وقت اس دوسری کو ہاتھ لگائے گا پہلی سے قربت بھی حرام ہوجائے گی، جب تک اس دوسری کو چھوڑے اور اُس کی عدت گزرے اس وقت تک پہلی بھی حرام ہے، اس صورت میں دونوں عورتوں سے اس کے بعد جو اولاد ہوگی اگرچہ اسی کی ٹھہرے گی ولد الزنا نہ ہوگی مگر ولد الحرام ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۶۹ ۳ ذی القعدہ ۱۳۳۸ھ

زید کے والد نے زید کی زوجہ سے زنا بالجبر کیا، عورت نے زید سے کہہ دیا، اس پر زید نے اپنی عورت کو طلاق دے دی جس کو عرصہ تین ماہ کا ہوگیا اُس کے بعد زید سے عورت نے کہا کہ تم نے مجھ پر تہمت رکھا تھا اس لیے

میں نے یہ غلط بات بیان کی۔ زید نے عورت کو طلاق دی اب وہ اپنی اس عورت کو نکاح میں رکھ سکتا ہے؟

الجواب

اگر زید نے صرف عورت کے بیان پر اُس کو طلاق دے دی تو طلاق ہوگئی مگر ہمیشہ کے لیے اس کا زید پر حرام ہونا ثابت نہ ہوا جب تک زید خود اس بیان کی تصدیق نہ کرے لیکن سائل نے بیان کیا کہ زید نے تین طلاقیں دیں زید گنہگار ہوا اور عورت سے اب بغیر حلالہ کے نکاح نہیں کرسکتا، یوں اُسے رکھے گا تو حرام ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶: مرسلہ قاضی محمد ابراہیم و قاضی نیاز الدین صاحبان صدیقی صابون فروش سفید دروازہ اندر جھانسی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل میں، ایسی عورتیں جو آوارہ ہیں بے پردہ رہتی ہیں کھلے بندوں چلتی پھرتی ہیں زنا بھی ان سے ثابت ہو اور حمل بھی گرائے گئے ہوں یا طوائف وغیرہ، تو ایسی عورتوں کا نکاح بلا استبراء رحم جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا خدا آپ کو جزائے خیر عطا کرے۔

الجواب

اگر وہ کسی کی منکوحہ نہیں تو بلا استبراء رحم بلکہ خاص حالتِ زنا میں اس سے نکاح جائز ہے مگر حمل خود اُس ناکح کا نہ ہو تو اسے قربت جائز نہیں جب تک وضع حمل نہ ہو جائے لئلا یسقی ماءہ زرع غیرہ در مختار[1] (تاکہ اس کا پانی دوسرے کی کھیتی کو سیراب نہ کرے، درمختار۔ ت)

مسئلہ ۲۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل میں:

ایک شخص نے اپنے حقیقی بیٹے کی بی بی سے زنا کیا اور عورت اس کی مقر ہے مرد یعنی جس نے زنا کیا اُس کو تمام برادری کے لوگوں نے علیحدہ کر دیا اُس سے بات چیت سب بند ہے سلام وغیرہ سب لوگ نہیں کرتے اور مرد زانی نہ اقرار کرتا ہے نہ انکار بلکہ جب لوگ کہتے ہیں کہ تو نے بڑا بھاری گناہ کیا تو کہتا ہے کہ خطا ہوتی کیا کریں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ عورت کیا اب خاوند اصلی کے پاس رہ سکتی ہے اور اُس کے لیے حلال ہے یا کہ دوسرے شخص سے نکاح کرلے اور کیا اس عورت کو خاوند سے طلاق لینے کی بھی ضرورت ہے اور کیا جب تک کہ وہ طلاق نہ دے اُس وقت تک غیر سے نکاح نہیں کرسکتی؟ بعض مولوی صاحب کہتے ہیں کہ بلا طلاق دئے غیر سے نکاح نہیں کرسکتی اور بعض یہ کہتے ہیں کہ طلاق کی ضرورت نہیں وہ عورت اپنے خاوند اصلی کے لیے حرام ہوگئی اور کیا یہ عورت مہر لے سکتی ہے؟

---

[1] درمختار فصل فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/۱۸۹

الجواب

شوہر اگر مانتا ہے کہ ایسا ہوا تو عورت اس پر ہمیشہ کو حرام ہوگئی، کسی حیلہ سے اس کی زوجیت میں نہیں آسکتی، اس پر فرض ہے کہ اُسے فوراً جُدا کر دے، متارکہ کرے، مثلاً کہہ دے میں نے تجھے چھوڑا۔ بے اس کے دُوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی اس لیے زیادہ طلاق کی بھی حاجت نہیں، اور اگر شوہر کو امر مذکور کا وقوع تسلیم نہیں تو صرف عورت کے کہنے سے ثبوت نہیں ہو سکتا، اگر شوہر نے طلاق نہ دی وُہ اس کی عورت ہے اور دی تو جیسی طلاق دی ویسا حکم۔ اگر تین طلاقیں دیں تو بے حلالہ اس سے نکاح نہیں کر سکتا۔ رہا مہر وہ تمام صورتوں میں مطلقاً لازم ہے مہر متاخر میں عورت کو لینے کا اختیار بعد متارکہ یا طلاق یا موت ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۷۲ ازمقام اکلترہ ضلع بلاسپور مسئولہ حامد علی صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے حقیقی بیٹے کی بیوی سے زنا کیا، اب کیا یہ بیوی اپنے اصلی شوہر جو کہ زانی کا لڑکا ہے کے پاس رہ سکتی ہے؟ اور اگر نہیں رہ سکتی تو دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے اور شوہر اوّل سے مہر لینے کی مستحق ہے کہ نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

یہ کہ زنا کیا، جھُوٹ بک دینے سے ثابت نہیں ہو سکتا اس کے لیے چار شاہد چاہئیں، بغیر اس کے زید کا باپ اگر اقرار بھی کرے اور زید باور نہ کرے تو اس کا اقرار زید پر حجت نہیں، ہاں اگر شہادتِ شرعیہ سے ثابت ہو جائے یا زید اُس کی تصدیق کرے تو عورت زید پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی مگر ابھی نکاح سے نہ نکلی، دُوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی جب تک زید اُسے نہ چھوڑے، اور اس صورت میں زید پر فرض ہوگا کہ فوراً اُسے چھوڑ دے، اس کے بعد عورت عدت کرے بعد عدت سوائے زید کے جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے، زید پر اس کا مہر بہر حال لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۷۳ از کولمبو سیلون مسئولہ عبدالقادر صاحب ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رشتہ داروں کی کن کن عورتوں سے نکاح کر سکتے ہیں اور کن سے ناجائز؟ مفصل تحریر فرمائیں۔ بیّنوا توجروا

الجواب

وُہ شخص جن کی اولاد میں ہے جیسے باپ، دادا، نانا، جو اس کی اولاد میں ہو جیسے بیٹا، پوتا، نواسا، اُن کی بیبیوں سے نکاح حرام ہے اور خسر کی بی بی سے بھی حرام ہے جبکہ وُہ اپنی زوجہ کی حقیقی ماں ہو باقی رشتہ داروں کی بیبیوں سے اُن کی موت یا طلاق و انقضائے عدت کے بعد نکاح جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۷۴ تا ۲۷۶: ازکوہ رانی کھیت کوٹھی انجینئر اسپیل مرسلہ غلام محمد صاحب ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

(۱) شیعہ مذہب کا نکاح سُنّی مذہب کی لڑکی کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؛ لڑکا اور اس کا باپ شہادت دلاتے ہیں کہ ہم سُنّی مذہب ہیں اور اگر تم شیعہ سمجھتے ہو تو اپنے دل کے اطمینان کے واسطے ہمیں سُنّی مذہب کرلو، اور جو اُن کے ہم وطن ہیں وُہ کہتے ہیں ہم لوگ شیعہ ہیں اور اُن کے گاؤں میں سُنّی مذہب رہتے ہیں اور اُن کے خاندان سے واقف ہیں کہ یہ سُنّی مذہب ہیں اس پر یہاں کے مسلمان کہتے ہیں کہ انھیں ہم نے ہمیشہ شیعہ مذہب کا برتاؤ کرتے دیکھا، اور بعض مسلمان کہتے ہیں کہ ہم اس کی شہادت دیتے ہیں کہ یہ لڑکے شیعہ مذہب میں نہیں ہیں اور اُن کے والد کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہتے۔

(۲) اور دو شخص نے یہ کہا کہ لڑکی کا باپ اور لڑکے کی ماں کچھ تعلق رکھتے ہیں اس پر لڑکی کے باپ نے قرآن شریف لاکر کہا اس کو اٹھاؤ، وُہ انکار کیا اور چلا گیا اور کوئی ثبوت نہ ہوا۔

(۳) جب برات گئی اور لڑکی کا بھائی مولانا صاحب کے پاس گیا کہ نکاح پڑھانے کو آئیں گے یا نہیں، تو انھوں نے کہا میں نہیں آؤں گا تو کون آئے گا، نکاح کے وقت وُہ نہیں آئے اور کہا کہ جو کوئی ان کا نکاح پڑھائے گا اس کی عورت طلاق ہوجائے گی۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) رافضیوں میں تقیہ ہے، بے حاجت بھی تقیہ کرتے ہیں، حاجت کے وقت کا کیا اعتبار اور اشتباہ مٹانے کی کیا صورت کہ تقیہ وُہ ملعون چیز ہے جس کا کرنے والا سب کچھ کہہ لے گا، خالص اسلام بولے اور دل میں کفر بھرا ہوگا، رافضیوں کی شہادت کہ یہ سُنّی ہے کیا معتبر ہوسکتی ہے، رافضی کی گواہی کچھ معتبر نہیں لا ایمان لھم (ان کا ایمان ہی نہیں۔ ت) بعض مسلمانوں کی گواہی کہ یہ شیعہ نہیں اور مسلمانوں کی شہادت کہ انھیں شیعی برتاؤ کرتے دیکھا، یہ شہادت اثبات ہے اور وُہ شہادت نفی جو مقبول نہیں، لہٰذا یہ نکاح ہرگز نہ کیا جائے، قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیف وقد قیل[1] (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: کیسے ہوسکتا ہے جبکہ یہ بات کہہ دی گئی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) ایسے خالی بیانوں سے ناجائز تعلق ثابت نہیں ہوتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) اُس کے رافضی ہونے کے سبب جس نے نکاح پڑھانے سے انکار کیا بہت اچھا کیا اور وُہ حکم

---

[1] صحیح بخاری کتاب العلم باب الرحلۃ فی المسألۃ النازلۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹

جو اس نے بیان کیا اگرچہ مطلق نہیں مگر اتنا ضرور ہے کہ جب رافضی کے ساتھ سُنّیہ کا نکاح جائز و حلال جانا تو خود اس کی عورت نکاح سے نکل جائے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۷ از رانی کھیت صدر بازار مسئولہ محمد ابراہیم خاں صاحب ۱۴ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک خان تبت کا اور اس کا لڑکا اپنے آپ کو سنت جماعت بتاتے اور قرآن شریف کی رُو سے اپنا طریقہ سنت جماعت بتاتے ہیں اور قریب ۳۰، ۳۵ سال سے رانی کھیت میں رہتے ہیں، اب سب لوگ ان کو رافضی مذہب کا کہتے ہیں، اب دریافت یہ کرنا ہے کہ سُنی کی لڑکی کا نکاح ایسے شخص سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ یہ شخص غریب ہے سب لوگ عداوت سے رافضی کہنے لگے ہیں ان کے سب طریقے روزے، زکوٰۃ، نماز کے اہل سنت وجماعت کی طرح ہیں۔ رانی کھیت کی مسجد کے مولانا نے جن کا نام عبدالرحمٰن ہے نکاح نہیں پڑھایا کہ رافضی کا نکاح سُنی سے نہیں ہوسکتا عداوت سے سب مسلمان ایک ہوگئے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بلاوجہ عداوت سے سب مسلمانوں کا ایک ہوجانا معقول نہیں اور رافضیوں کا تقیہ معلوم ہے اور نکاح امر عظیم ہے احتیاط لازم ہے۔ حدیث میں فرمایا: کیف وقد قیل[1] (کیسے ہوسکتا ہے جبکہ یہ بات کہہ دی گئی ہے۔ ت) ھو تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۸ از لکھنؤ بنگال بنک ڈاکخانہ حضرت گنج مسئولہ عبدالرحیم خاں صاحب

مسئلہ ذیل میں کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید کی سسرال کے رشتہ کے ماموں کا لڑکا اور زید کی لڑکی سے نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اپنے حقیقی ماموں کے بیٹے سے بیٹی کا نکاح جائز ہے، سسرال کے رشتہ کا ماموں تو بہت دُور ہے، جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو مثل رضاعت وغیرہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۹ از شہر اکیاب تھانہ کیوکتو موضع کاؤنچی بازار مرسلہ مولوی سکندر علی صاحب بنگالی طالب علم مدرسہ نیازیہ خیرآباد ضلع سیتاپور ۱۱ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

ماقولکم ماحکم اللہ تعالٰی فی ھذہ تمہاری کیا رائے ہے کہ اللہ تعالٰی کا کیا حکم ہے اس

---

[1] صحیح بخاری کتاب العلم باب الرحلۃ فی المسألۃ النازلۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹

المسألۃ شخصے قاسم زنے راکہ در قرابتش بنت بنت
رضاعی مر برادر حقیقی قاسم باشد بحبالۂ نکاحش آورد
وظن او چناں بود کہ موافق مذہب خود جائز ست ،
از علما ہم استفتا نمودہ بود ، ایشاں بصحت نکاحش
قضا نمودند ، پس از چندے علمائے احناف بعدم
جواز نکاحش فتوٰی می دادند و جماعت مسلمین را باو
مجالست و مواکلتش منع می کنند مادامیکہ تفریق
نکاحش نکنند۔

مسئلہ میں، کہ قاسم نامی ایک شخص نے اپنے قریبیوں
میں سے ایک عورت جو کہ قاسم کے حقیقی بھائی کی
رضاعی نواسی ہے' سے نکاح کیا اور اس کا خیال تھا
کہ اپنے مذہب میں یہ جائز ہے اور اس نے علماء سے
بھی پوچھا تو اُنھوں نے بھی اسے جائز کہا، اس کے
بعد چند حنفی علماء نے اس نکاح کے ناجائز ہونے کا
فتوٰی دیا اور مسلمانوں کو نکاح کرنے والوں کے ساتھ
میل جول اور کھانے پینے سے منع کردیا تاوقتیکہ وہ اس
نکاح کو ختم کرکے علیحدگی اختیار نہ کرلیں۔ (ت)

جواب بنگالیاں

برتقدیر صدق مسئول عنہا علمائے شریعت غرا و
فضلائے طریقت بیضا بالخاصہ فقہائے مذہب
حنیف و علمائے ملت منیف می نگارند کہ چوں علمائے
مذہب مستمرہ شاں مجتہد باشد یا مقلد ظناً یا سہواً عملے
کنند و حکمے بکارے صادر نمایند و قضا بر آں تنفیذ
فرمایند، پس آں دانستند و وقوف یافتند کہ ہماں
عمل و فعل ز ایشاں بظہور پیوستہ بطبق مذہب شاں نپرداختہ
و بمشرب یکے از ائمہ دیگرے کہ معدود و محدود بہ سنت
جماعت ست در پیوستہ پس بار دیگر تنقیض و تردید آنہا
کردن روا و جائز نباشد بل بہمیں مسلک تقلید نمودہ کہ ہم
خالی از تلفیق دارد ہماں عمل و فعل را لامحالہ صحیح و درست
دارند و نیز ازیں تقلید ظنی از مذہب مستمرہ خود خارج نہ شوند
و منسوب بداں مذہب دیگر نگردند پس مناکحت قاسم بدیں
منوال بہمیں مقال صادق ست کہ لاریب و لامحالہ

مسئولہ صورت کے صدق پر علمائے شریعت اور طریقِ حق
کے ناقلین خصوصاً فقہائے مذہب حنیف اور علمائے ملت
لکھتے ہیں کہ جب مروجہ مذاہب کے مجتہد یا مقلدین
میں سے کوئی اپنے ظن سے یا غلطی سے کسی کام کا حکم
صادر کریں اور اس پر فیصلہ بطور قضاء نافذ کردیں اور
بعد میں معلوم ہو کہ یہ عمل یا کام ان کے مذہب کے
خلاف ہے اور کسی دوسرے اہلسنت کے امام کے
مسلک میں جائز ہے تو اس عمل اور کام کو کالعدم کرنا
جائز نہیں بلکہ دوسرے جائز قرار دینے والے مسلک
کی تقلید میں اس کو جائز اور نافذ رکھنا چاہئے ،
اس سے اپنے مروجہ مذہب سے خروج اور دوسرے
مذہب کو اختیار کرنا لازم نہ آئے گا، پس قاسم مذکور
کا مذکورہ نکاح اگرچہ حنفی مذہب کے خلاف ہے مگر
اہلِ ظواہر کے مسلک مثلاً امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی جو کہ

صحیح و نافذ گردیدہ است اگرچہ بالفرض والتقدیر
مخالفت مذہب حنفی آمدہ لیکن بمسلک اہل ظواہر کمثل
امام ہمام شافعی علیہ رضوان الباری وغیرہ کہ
مسلوک و مشمول اہلسنت جماعت ست پرداختہ و در پیوستہ
کہ علمائے احناف بظن جواز مذہب شان مظنون
شدہ بنت بنت رضاعی را مر برادر حقیقی قاسم مذکور
بود حکم نکاحش دادہ بودند بحالتیکہ در تحت حجاب
ممنوعات کلیہ حنفیہ محجوب و مستور بودہ و در ضمن ضابطۂ
مامور بہا محللات اہل ظواہر کہ ہمچوں شافعی وغیرہ
ہستند مکشوف و مظہر ماندہ پس ہرگز علماء احناف را
نمی رسد کہ تفریق و افساد در نکاحش کنند کہ آں مستلزم
تحقیر و تنکیر سنت جماعت گردد و حقارت یکے را
از سنت عند اللہ بموجب ضلالت دارد۔

كما قال العلامة ابن عابدين الشامي الحنفي
في رد المحتار ناقلاً عن العلامة الشرنبلالي
في عقد الفريد، ان له التقليد بعد العمل كما
اذا صلى ظانا صحتها على مذهبه ثم تبين
بطلانها في مذهبه وصحتها على مذهب غيره
فله تقليده ويجتزي بتلك الصلوة على
ما قال في البزازية انه روي عن
ابي يوسف انه صلى الجمعة مغتسلاً من الحمام ثم اخبر
بفارة في بئر الحمام، فقال ناخذ بقول اخواننا
من اهل المدينة اذا بلغ الماء قلتين لم يحمل
خبثا[1] اھ وایضا فیه تحت قول الدر المختار

اہلسنت و جماعت میں کہاں نکاح درست ہوا، نیز علمائے
احناف نے جب غلطی سے اس نکاح مذکورہ کو جائز
گمان کیا تو ان کے گمان میں جائز ٹھہرا کہ حقیقی بھائی
کی رضاعی نواسی سے قاسم کا نکاح درست قرار
دے کر کر دیا اور ان کی نظر میں حنفی مسلک کی ممانعت کا
قاعدہ مستور رہا اور اب امام شافعی جیسے اہل ظواہر کے
مسلک پر اس کا جواز معلوم ہوا تو اب علمائے احناف کو
ہرگز جائز نہیں کہ وہ اس نکاح کو فاسد کریں اور تفریق
کریں، کیونکہ جماعت کی اور ایک سنت اور مسلک کی
تحقیر لازم آئے گی جو کہ عند اللہ گمراہی کا موجب ہے،
جیسا کہ علامہ شامی نے علامہ شرنبلالی سے رد المحتار
میں عقد الفرید سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کو
عمل کے بعد بھی دوسرے کی تقلید جائز ہے جیسا کہ اپنے
مذہب کے مطابق نماز کو صحیح سمجھ کر ادا کیا اور بعد میں
معلوم ہوا کہ اس کے مذہب میں صحیح میں نہیں ہوئی مگر
دوسرے امام کے مذہب میں صحیح ہو گئی تو اب دوسرے
امام کی تقلید کرتے ہوئے نماز کو صحیح قرار دینا جائز
بشرطیکہ نماز پڑھتے وقت اس نے تحری کی ہو، جیسا کہ
بزازیہ میں فرمایا کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے
مروی ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ حمام کے پانی سے جمعہ
کا غسل کیا پھر بعد میں بتایا گیا کہ حمام میں چوہا مرا ہوا ہے
تو آپ نے فرمایا کہ ہم اپنے بھائی اہل مدینہ کے مسلک کو
اپناتے ہوئے کہ جب پانی دو قلے ہو تو ناپاک نہیں ہوتا اس
پر عمل پیرا ہیں اھ اور نیز انہوں نے درمختار کے قول

[1] رد المحتار مطلب فی حکم التقلید والرجوع عنہ دار احیاء التراث العربی بیروت ١/٥١

واما المقلد الخ نقله فی القنیة عن المحیط وغیرہ وجزم به المحقق فی فتح القدیر و تلمیذہ العلامة قاسم وادعی فی البحر ان المقلد اذا قضی بمذھب غیرہ وبروایة ضعیفة او بقول ضعیف نفذ، واقوی ما تمسك به ما فی البزازیة عن شرح الطحاوی اذا لم یکن القاضی مجتھدًا وقضی بالفتوی ثم تبین انه علی خلاف مذھبه نفذ ولیس لغیرہ نقضه وله ان ینقضه کذا عن محمد وقال الثانی لیس له ان ینقضه ایضًا[1]، لان امضاء الفعل کامضاء القاضی لاینقض[2]، و دلیل مذھب الظاھر کہ ملحق بہ سنت جماعت ست و مخالفت فرعی در باب رضاعت با حناف می دارند ہمچوں امام ہمام شافعی وغیرہ ہستند ہمیں ست چنانچہ شارح مسلم امام نووی در شرح آں مے نگارند ولم یخالف فی ھذا الا اھل الظاھر وابن علیة فقالوا لاتثبت حرمة الرضاع بین الرجل و الرضیع ونقله المازری

"اما المقلد" کے تحت فرمایا کہ قنیہ نے محیط وغیرہ سے نقل کیا اور اس پر فتح القدیر میں محقق اور ان کے شاگرد علامہ قاسم نے جزم کیا ہے اور بحر میں دعوٰی کے طور پر کہا کہ قاضی مقلد نے اگر غیر کے مذہب یا ضعیف قول یا روایت پر فیصلہ دے دیا تو وہ نافذ ہوگا اور اس سلسلہ میں بہترین استدلال بزازیہ کی شرح طحاوی سے منقول عبارت ہے کہ جب قاضی مجتہد نہ ہو اور کسی کے فتوٰی پر فیصلہ کر دیا ہو تو بعد میں اگر معلوم ہُوا کہ اس نے اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ دیا ہے تو فیصلہ نافذ رہے گا' اور دُوسرا قاضی اس کو رَد نہیں کرسکتا، یاں وُہ خود کالعدم کرسکتا ہے، امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے یوں منقول ہے، اور دوسرے امام یعنی ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ خود اس قاضی کو بھی کالعدم کرنے کا حق نہیں کیونکہ عمل ہوجانے پر گویا کہ قاضی نے نافذ کردیا ہے اور نافذ شدہ کو کالعدم نہیں کہا جاسکتا، اور اہلِ ظواہر کا مذہب بھی اہلسنت میں شامل ہے اور اور اس کا صرف فروعی اختلاف رضاعت کے بارے میں احناف سے ہے یہ بھی امام شافعی کی طرح ہیں، چنانچہ شارح مسلم شریف امام نووی نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے کہ اس میں صرف اہلِ ظاہر اور ابن علیہ کا خلاف ہے کہ وُہ کہتے ہیں دُودھ پینے والی لڑکی اور مرد کے درمیان رضاعت کی حرمت ثابت نہیں ہوتی، اور اس کو مازری نے

---

[1] ردالمحتار مطلب فی حکم التقلید والرجوع عنہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۲
[2] " " " " " " " " ۱/۵۱

عن ابن عمر و عائشة (رضی الله تعالٰی عنهما) و احتجوا بقوله تعالٰی و امهٰتكم التی ارضعنكم و اخواتكم من الرضاعة و لم يذكر البنت و العمة كما ذكرهما فی النسب[1] وامام ابوعیسٰی ترمذی درجامع ترمذی شان می آرند حدثنا الحسن ابن علی اخبرنا ابن نمير عن هشام ابن عروة عن ابيه عن عائشة قالت جاء عمی من الرضاعة يستأذن علی فابيت ان اذن له حتی استأمر رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم فقال رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم فليلج عليك فانه عمك قالت انما ارضعتنی المرأة ولم يرضعنی الرجل قال فانه عمك فليلج عليك هذا حديث حسن صحيح والعمل علی هذا عند بعض اهل العلم من اصحاب النبی صلی الله تعالٰی عليه وسلم وغيرهم كرهوا لبن الفحل و الاصل فی هذا حديث عائشة و قد رخص بعض اهل العلم فی لبن الفحل و القول الاول اصح[2] رواه الترمذی

عبداللہ بن عمر اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے نقل کیا ہے اور اصحابِ ظواہر نے اپنی دلیل میں کہا کہ اللہ تعالٰی نے دُودھ پلانے والی تمھاری ماؤں اور تمھارے رضاعی بھائیوں کو ذکر کیا ہے اور بیٹی اور پھوپھی کو ذکر نہیں کیا جس طرح ان کو نسب میں بیان فرمایا ہے' اور امام ترمذی نے اپنی جامع ترمذی میں بیان کیا ہے کہ ہمیں حدیث بیان کی حسن بن علی انھوں نے ابن نمیر انھوں نے ہشام انھوں نے اپنے باپ عروہ انھوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا انھوں نے فرمایا میرا رضاعی چچا آیا اور اس نے میرے ہاں آنے کی اجازت چاہی تو میں نے انکار کیا حتی کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مشورہ کیا تو آپ نے فرمایا وُہ تیرے پاس داخل ہوسکتا ہے کیونکہ وُہ تیرا چچا ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے عرض کیا کہ مجھے تو عورت نے دُودھ پلایا ہے مرد نے نہیں پلایا۔ تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا وہ تیرا چچا ہے وُہ داخل ہوسکتا ہے۔ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے اور اس پر عمل ہے بعض صحابہ کرام کا، اور ان کے غیر نے دودھ والے خاوند یعنی رضاعی باپ کے داخل ہونا مکروہ کہا ہے، اور اصل ثبوت حضرت عائشہ کی حدیث ہے، اور بعض اہلِ علم نے دُودھ والے باپ (رضاعی باپ) کو داخل ہونے کی اجازت دی ہے، اور پہلا قول صحیح ہے اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے'

---

[1] شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الرضاع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۶۶
[2] جامع الترمذی ابواب الرضاع باب ماجاء فی لبن الفحل امین کمپنی دہلی ۱/۱۳۷

وقال الشامی ونظیر ھذہ ما نقلہ العلامۃ بیری فی اول شرحہ علی الاشباہ عن شرح الھدایۃ لابن شحنۃ ونصہ اذا صح الحدیث وکان علی خلاف المذھب عمل بالحدیث ویکون ذٰلک مذھبہ ولا یخرج مقلدہ عن کونہ حنفیا بالعمل بہ فقد صح عن ابی حنیفۃ امام الاعظم انہ قال اذا صح الحدیث فھو مذھبی وقد حکی ذٰلک ابن عبد البر عن ابی حنیفۃ وغیرہ من الائمۃ[1] الخ وقاضی خاں وصاحب ہدایہ ہماں مذہب اہلِ ظاہر نقل بالتصریح فرمودہ اند کما قال فی فتاوی قاضی خاں وقال الامام الھمام الشافعی الحرمۃ لا تثبت فی جانب الاب و الفقھاء یسمون ھٰذہ المسألۃ لبن الفحل[2] وقال فی الھدایۃ وفی احد قولی الشافعی لبن الفحل لا یحرم لان الحرمۃ لشبھۃ البعضیۃ واللبن بعضھا لا بعضہ[3] ہرگاہ از دلائل کتب فقہائے حنفیہ مبین ومبرہن گردید کہ تزویج قاسم نامی نزد علمائے حنفی روا و درست گردید وازاں مذہب حنفی بیروں

اور شامی نے کہا کہ اور اس کی نظیر وہ ہے جس کو علامہ بیری نے اشباہ پر اپنی شرح کے ابتداء میں ہدایہ کی شرح سے نقل کیا یہ شرح ابن شحنہ کی ہے جس کی عبارت یہ ہے جب حدیث صحیح ہے جو کہ مذہب کے مخالف ہے تو عمل حدیث پر ہوگا، ———— اور یہی امام کا مذہب ہوگا اور اس حدیث پر عمل سے مقلد، امام صاحب کی تقلید سے خارج نہ ہوگا کیونکہ امام ابوحنیفہ سے صحیح ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: جب حدیث صحیح ہو تو وہ میرا مذہب ہے۔ اس کو ابن عبد البر نے امام ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ سے نقل کیا ہے الخ قاضی خان اور صاحب ہدایہ نے اہل ظواہر کا مذہب صراحۃً یہی ذکر کیا ہے جیسا کہ فتاوٰی قاضی خان میں کہا کہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی باپ کی جانب سے رضاعت کی حرمت ثابت نہیں کرتے۔ اور فقہاء کرام نے اس مسئلہ کو "لبن الفحل" (خاوند کا دودھ) کا عنوان دیا ہے، اور ہدایہ میں کہا کہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کے ایک قول میں رضاعی باپ حرام نہیں ہوتا کیونکہ رضاعت میں حرمت جزئیت کی وجہ سے ہوتی ہے جبکہ دودھ عورت کا جز ہے مرد کا نہیں، بہرحال حنفی فقہ کی کتب میں مذکور دلائل سے ثابت ہے کہ قاسم نامی شخص کا مذکورہ نکاح درست ہو جاتا ہے اور اس کو درست ماننے سے حنفی مذہب

---

[1] رد المحتار مطلب صح عن الامام انہ قال اذا صح الحدیث فھو مذھبی احیاء التراث بیروت ۱/۴۶

[2] فتاوٰی قاضی خاں باب الرضاع نولکشور لکھنؤ ۱/۱۸۹

[3] الہدایہ مکتبہ عربیہ کراچی ۲/۳۳۱

نہ آمدہ باوجود آں اگر جماعت مسلمین بروئے زبان طعن و لعن بکشایند پس عند اللہ ماخوذ شوند و عند الناس مستحق سزا کما ھو فی کتب الفقہ من اذی مسلما بقول اوبفعل ولو بغمز العین عزر[1] پس ایشاں ما دامیکہ تائب و آئب نہ شوند از مواکلت و مشاربت جماعت مسلمین خارج کردہ شوند چنانچہ وارد شدہ کہ و ایاک و مجالسۃ الشریر فقط واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ احکم و آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وآلہ وصحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

سے خارج ہونا لازم نہیں آتا، اس کے باوجود اگر مسلمان اس پر لعن طعن کریں گے تو عند اللہ مجرم ہوں گے اور قانون میں سزا کے مستحق ہوں گے جیسا کہ کتب فقہ میں ہے کہ اگر کسی نے مسلمان کو اپنے قول، فعل یا اشارہ سے اذیت دی تو وہ قابل سزا ہے۔ پس ایسے لوگ جب تک توبہ اور رجوع نہ کریں تو ان سے مل کر کھانا پینا منع ہے جیسا کہ وارد ہے کہ "شریر کی مجلس سے بچو" فقط واللہ تعالٰی اعلم، اس جل مجدہ کا علم کامل ہے، ہماری آخری بات یہ ہے کہ الحمد للہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علٰی سید المرسلین وآلہ وصحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔ (ت)

الراقم احقر الحقیر محمد عظیم الدین کیوکتوی بہار یاروی خلف الہدی شیخ اکبر علی سلمہ، بانی مسجد مہتمم مدرسہ اسلامیہ محلہ ڈمی۔

تحریر دیگر بہ تائید آں

آرے مذاہب ائمہ اربعہ ہمگی در حق ست و حق ہماں دائر ست اگرچہ مجتہد مطلق یا مقلد محض بہ مذہب شاں عملے و فعلے قضا کند بعدہ دانستہ کہ مخالف مذہب شان و موافق مذہب دیگرے کہ معدود اہلسنت جماعت ست بخطائے ظن شان ملصق گشتہ فقہا احناف روا نمی دارند کہ بار دیگر آں را ابطال و افساد کنند تا موجب تحقیر و تنفیر بمذاہب ائمہ سنت جماعت

ہاں چاروں مذہب حق ہیں اور حق انہی میں دائر ہے، اگر کوئی مجتہد مطلق یا مقلد محض ان کے مذہب پر کوئی عمل یا فعل کرتے ہوئے فیصلہ کرے اور بعد میں معلوم ہوجائے کہ اس کے مذہب کے مخالف ہے اور دوسرے کے مذہب کے موافق ہے اور یہ دوسرا مذہب اہل سنت میں شمار ہو تو اس فیصلہ کو فقہائے احناف باطل و فاسد کرنا جائز نہیں کرتے تاکہ اہل سنت وجماعت کے ائمہ کرام کی تحقیر و تنفیر

---

[1] درمختار باب التعزیر مجتبائی دہلی ۱/۳۲۶

لازم نیاید آں خطائے عظیم وسخط جسیم باشد عند اللہ
تعالےٰ لہذا علماء زاں ابا وانکار فرمودند
و درتواریخ بروایت صحیح مروی شدہ کہ بارے
در مجلس شریف حضرت پیران پیر غوث الاعظم شیخ
محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ از کسے مذکور
شدہ بود کہ امام احمد حنبل در اجتہاد پایہ چنداں ندارند
لہذا درمذہب شاں جماعت قلیل دارند بمجرد
استماع آں حضرت پیران پیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ
چیں برجبیں آوردہ وغضبناک شدہ فرمودند کہ ازیں
تاریخ عبد القادر بمذہب احمد حنبل رضی اللہ تعالےٰ
عنہ تقلید نمودہ وپیش ازیں بمذہب امام مالک بودند
سبحان اللہ ما اعظم شانہ وما اکبر شانہم وفخر عالم صلی اللہ
علیہ وسلم درشان ائمہ اربعہ رحمۃ من اللہ وسعۃ من اللہ
فرمودند ونقل السیوطی عن عمر ابن عبد العزیز
اختلاف ائمۃ الھدیٰ رحمۃ من اللہ
تعالیٰ علیٰ ھٰذہ الامۃ کل یتبع ما صح
عندہ وکلھم علیٰ ھدی وکل یرید اللہ
وتمامہ فی کشف الخفاء ، پس
تزویج قاسم نزد فقہائے حنفی بہ تصحیح آوردہ
اگرچہ بالفرض مخالفت مذہبی روے دادہ واز
حنفیت نیز بیروں نیامدہ کما حررہ المجیب
للہ درہ واجرہ ولقد نظرت ھٰذا
الفتویٰ بامعان النظر و
تصفحت ھٰذہ المسألۃ بصفحات
الکتب الفقھیۃ الحنفیۃ فوجدت صحیحا

لازم نہ آئے ، اور اس فیصلہ کو غلط کہنا عند اللہ بڑا گناہ
ہے اس لیے علمائے کرام اس سے پرہیز کرتے ہیں ،
تاریخ میں صحیح روایت موجود ہے کہ حضرت پیر پیران
غوث اعظم شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کی مجلس میں ایک شخص نے ذکر کیا کہ امام احمد بن حنبل
رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا اجتہاد میں کوئی اہم مقام نہیں ہے
یہی وجہ ہے کہ ان کے مقلدین کی تعداد بہت کم ہے ۔
حضرت پیر پیران سنتے ہی جلال میں آگئے اور فرمایا کہ میں
(عبد القادر) آج سے امام احمد بن حنبل کا مقلد ہو رہا
ہوں جبکہ آپ پہلے امام مالک رضی اللہ عنہ کے مقلد تھے
سبحان اللہ ! اس کی شان اعظم واکبر ہے ۔ فخر عالم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ائمہ اربعہ رحمہ اللہ تعالےٰ کی
رحمت وسعت ہونا ان کی شان میں فرمایا جس کو امام سیوطی
نے نقل فرمایا کہ عمر بن عبد العزیز سے روایت ہے کہ
ہدایت کے اماموں کا اختلاف اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے
اس اُمت کے لیے ، ہر ایک نے جس کو صحیح سمجھا
وہی اس نے اپنایا اور تمام ائمہ ہدایت پر ہیں اور
تمام اللہ تعالےٰ کی رضا کے طالب ہیں ، اس کا تمام
بیان کشف الخفاء میں ہے ، لہذا قاسم مذکور کا
نکاح حنفی فقہاء کے نزدیک درست ہے اگرچہ
بالفرض مذہب کے مخالف ہے اور حنفیت سے بھی
خارج نہیں ہوتا جیسا کہ مجیب نے تحریر کیا ہے اس کا
اجر ونفع اللہ تعالےٰ اس کو عطا فرمائے ۔ میں نے اس
فتویٰ کو گہری نظر سے دیکھا اور فقہ حنفی کی کتب میں اس کی میں نے
چھان بین کی تو میں نے اسکو صحیح مطابق قرآن اور موافق ثواب پایا ہے

مطابقاً بالکتاب وموافقاً للصواب واللہ اعلم بحقیقۃ الحال والیہ المرجع والمآل۔ کتبہ الحقیر الراجی الیٰ رحمۃ ربہ الخلاق عبدالرزاق الکیوکتوی غفرلہ۔

اور اللہ تعالٰی ہی حقیقت زیادہ جانتا ہے اور اسی کی طرف رجوع ہے۔ اس کو اللہ تعالٰی کی رحمت کے امیدوار عبدالرزاق کیوکتوی غفرلہ نے لکھا ہے۔ (ت)

الجواب

ایں ہمہ جہل شدید وضلال بعید وافترا بر شرع مجید ست نکاح با بنت بنت الاخ بعینہٖ ہمچو نکاح با دختر خود ست نسباً باشد یا رضاعاً و حرام قطعی ست باجماع ائمہ دین ونصِ قرآن مبین و صحاح احادیث سیدالمرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین نسبت جوازش بامام شافعی خواہ بامام دیگر از ائمہ مسلمین خطائے محض ست و ایں بنگالیاں کہ فتوی بجوازش دادہ بودند علما نہ بودند بہ ہزاراں درجہ بدتر از جہلا بودند وایشاں کہ فتوی ملعون ایشاں رانافذ می کنند ہمہ با حرام خدا احلال می نمایند ہمچو کساں را حرام وسخت حرام ست کہ تصدی بافتا کنند درحدیث فرمود من افتی بغیر علم لعنتہ ملئکۃ السماء والارض[1] ہر کہ بے علم فتوی دہد ملائکہ آسمان و زمین برو لعنت کنند آں حکم جواز وایں فتوائے نفاذ ہر دو ملعون ست و بر آں حاکمان وایں مفتیان توبہ فرض ست ورنہ مسلمان از مجالست ایشاں احتراز ورزند ودر ہیچ امر فتوی از ایشاں خواستن حرام ست قال صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اتخذ الناس رؤسا جہالا فسئلوا

یہ تمام شدید جہالت اور انتہائی گمراہی ہے اور شریعت پر افتراء ہے۔ بھائی کی نواسی سے نکاح ایسے ہے جیسا کہ اپنی بیٹی سے، نواسی نسبی ہو یا رضاعی۔ اور قرآن وحدیث اور اجماع سے یہ حرام قطعی ہے۔ اس کے جواز کی نسبت امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی یا کسی اور امام المسلمین کی طرف کرنا خطائے محض ہے، اور جن بنگالیوں نے اس کے جواز کا فتوٰی دیا ہے وہ عالم نہیں بلکہ ہزار درجہ جاہلوں سے بھی بدتر ہیں، جنھوں نے بھی یہ ملعون فتوٰی نافذ کیا انھوں نے اللہ تعالٰی کے حرام کو حلال کیا اور اسی طرح وہ حضرات جنھوں نے اس کی تصدیق کی انھوں نے حرام ترین کی تصدیق کی، حدیث شریف میں ہے کہ جس نے علم کے بغیر فتوی دیا اس پر زمین وآسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں، لہٰذا جنھوں نے یہ فتوٰی دیا اور جنھوں نے اس کو نافذ کیا دونوں ملعون ہیں۔ نافذ کرنے والے حاکم اور مفتیوں پر توبہ فرض ہے ورنہ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ ان سے بائیکاٹ کریں اور آئندہ ان سے کوئی فتوٰی طلب کرنا حرام ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ لوگ جاہلوں کو رہنما بنائیں گے تو جب ان سے سوال

---

[1] کنزالعمال ابن عساکر عن علی حدیث ۲۹۰۱۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/۱۹۳

فافتوا بغیر علم فضلوا و اضلوا[1] مفتیان خشم نکنند اینکہ گفتہ شد خیر خواہی ایشاں بود، حرام خدا را حلال گرفتن و زنائے پدر با دخترش روا داشتن نہ سہل کارے ست، ہرکہ بر ہمچو ضلالت قطعیہ تنبیہ کرد مستوجب شکر است نہ مستحق شکایت واللّٰہ یھدی من یشاء الٰی صراط مستقیم[2] و بر آں ناکح زانی فرض ست کہ دختر را از تصرف خود واگزارد و بر آں منکوحہ مزنیہ فرض ست کہ بپائے کہ دارد از زنائے پدرش بگریزد فوراً فوراً ورنہ آناں و مزوجان آناں و مجوزان اینہا ھمہ عذاب شدید الٰہی را منتظر باشند، نسأل اللّٰہ العفو و العافیۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم، امام اجل ابوزکریا نووی کہ احد الشیخین مذہب امام شافعی ست و نص او ہمچو نص امام شافعی ست رضی اللّٰہ تعالٰی عنہم در شرح صحیح مسلم فرماید اما الرجل المنسوب ذٰلک اللبن الیہ لکونہ زوج المرأۃ او وطئھا بملک او شبھۃ فمذھبنا ومذھب العلماء کافۃ ثبوت حرمۃ الرضاع بینہ وبین الرضیع

کیا جائے گا تو بغیر علم فتوٰی دینگے خود بھی گمراہ ہونگے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔ ان مفتیوں کو یہ کہتے ہوئے خوفِ خدا نہیں کہ یہ خیر خواہی ہے۔ اللہ تعالٰی کے حرام کردہ کو حلال بنانا اور باپ کا بیٹی سے زنا کو جائز کرنا کوئی آسان کام ہے، ہرگز نہیں، اور جس شخص نے ان کو اس گمراہی پر تنبیہ کی وہ شکریہ کا مستحق ہے نہ کہ شکایت کا، اور اللہ تعالٰی جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرماتا ہے۔ اس نکاح کرنے والے زانی پر فرض ہے، کہ وُہ فوراً لڑکی کو آزاد کردے اور جُدائی اختیار کرے، اور منکوحہ مزنیہ پر لازم ہے کہ اپنی توفیق کے مطابق رضاعی باپ کے زنا سے فوراً بچے اور جُدائی اختیار کرے ورنہ یہ دونوں اور نکاح کو نافذ کرنے والے اور جائز کرنے والے سب اللہ تعالٰی کے شدید عذاب کا انتظار کریں۔ ہم اللہ تعالٰی سے عافیت اور معافی کا سوال کرتے ہیں ولاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔ شافعی مسلک کے شیخین میں سے ایک برگزیدہ امام ابوزکریا نووی جن کی نص امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کے منصوص کی طرح ہے، اُنھوں نے شرح مسلم شریف میں فرمایا ہے کہ وُہ شخص جس کی طرف یہ دُودھ منسوب ہے کیونکہ یہ عورت کا خاوند ہے یا لونڈی کا مالک یا شُبہہ کی بنا پر وطی کی ہے تو اس کے متعلق ہمارا اور تمام علماء کا مذہب ہے کہ اس کے اور دُودھ پینے والے بچّے کے درمیان

---

[1] صحیح بخاری کتاب العلم باب کیف یقبض العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۰

[2] القرآن الکریم ۲/۲۱۳

ویصیر ولد الہ واولاد الرجل اخوۃ الرضیع واخواتہ ویکون اخوۃ الرجل اعمام الرضیع واخواتہ عماتہ، ویکون اولاد الرضیع اولاد الرجل ولم یخالف فی ھذا الا اھل الظاھر و ابن علیۃ[1] ایں تصریح صریح ایں امام شافعیہ ببیں کہ مذہب ما وجملہ علماء تحریم ست و در وخلاف نہ کردند جز فرقۂ ظاہریہ و ابن علیہ طرفہ آنکہ مجیب عبارت مذکورہ نووی ازینجا نقل کرد کہ لم یخالف فی ھذا الخ وصدر کلام کہ فرمودہ بود ند کہ مذہب ما و مذہب جملہ علماء تحریم ست در پردۂ اخفا داشت و امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ را ظلماً از اہل ظاھر شمرد حالانکہ ظاہریہ طائفہ ایست مخالف ائمہ اربعہ وسائر مجتہدین شاہ عبدالعزیز صاحب گفتہ اند داؤد ظاھری و متبعانش را از اہل سنت وجماعت شمردن درچہ مرتبہ از جہل و سفاہت ست رافضیاں کہ ظاھریہ راسنی گرفتہ باقوال ایشاں براہلسنت اعتراض می کردند شاہ صاحب جوابش دادند کہ فرقہ ظاھریہ ہرگز از اہلسنت نیست، ایں جہل وسفاہت شماست کہ ایشاں راسنی گرفتہ برسنیاں طعن مے کنید، امام ابن حجر مکی شافعی در کف الرعاع فرماید و اعلم

حرمتِ رضاع ہوگی اور یہ اس بچّے کا باپ ہوگا اور اس کی دوسری اولاد اس بچّے کے بہن بھائی ہوں گے اور اس شخص کے اپنے بھائی بہن اس بچّے کے لیے چچا اور پھوپھی ہوں گے اور اس بچّے کی اولاد اس شخص کی اولاد قرار پائے گی، اس میں اہل ظاہر و ابن علیہ کے بغیر کسی کو اختلاف نہیں۔ شافعی حضرات کے امام کی صاف تصریح ہے کہ ہم اور تمام علماء اس تحریم پر متفق ہیں اور ہمارا یہ مذہب ہے اس میں فرقہ ظاہریہ اور ابن علیہ کے بغیر کسی نے خلاف نہ کیا، تعجب ہے کہ مجیب نے امام نووی کی صرف اتنی عبارت کہ "مخالفت نہیں کی" کو نقل کیا اور اس سے پہلی عبارت کہ "ہمارا تمام علماء کا مذہب، تحریم ہے" کو چھپا لیا اور پھر امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کو غلط طور پر اہلِ ظواہر میں شمار کردیا، حالانکہ ظاہریہ فرقہ تمام ائمہ اور مجتہدین کے خلاف ہے، شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے کہ داؤد ظاہری اور اس کے پیروکاروں کو اہلسنت سے شمار کرنا انتہائی جہالت ہے، رافضیوں نے ظاہریہ فرقہ کو اہلسنّت کہہ کر ان کی باتوں کی وجہ سے اہلسنت پر اعتراض کئے ہیں، شاہ صاحب نے جواب میں رافضیوں کو فرمایا کہ ظاہری فرقہ ہرگز اہلسنّت نہیں ہے ان کو اہلسنّت کہنا تمھاری انتہائی جہالت ہے جس کی وجہ سے تم سُنّیوں پر اعتراض کرتے ہو۔ امام ابن حجر مکی شافعی اپنی کتاب کف الرعاع میں فرماتے ہیں: جاننا

---

[1] شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الرضاع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۶۶

ان الائمة صرحوا بان الظاهرية لايعتد بخلافهم ، ولايجوز تقليد احد منهم لانهم سلبوا العقول حتى انكروا القياس الجلی[1]، نیز فرمود لانهم اصحاب ظاهرية محضة تكاد عقولهم ان تکون مسخت ، ومن وصل الى انه يقول ان بال الشخص في الماء تنجس او في اناء ثم صبه في الماء يتنجس كيف يقام له وزن ، ويعد من العقلاء فضلاء عن العلماء[2] ، ہمچناں دیگر اکابر شافعیہ تصریح بلبن فحل کردہ اند و در مذہب خود بوئے از خلاف نداده اند و اجلۂ اکابر او را مذہب ائمۂ اربعہ و اصحاب ایشاں و فقہائے امصار گفتہ اند امام احمد عسقلانی شافعی در ارشاد الساری فرمود فيه دليل على ان لبن الفحل يحرم حتى تثبت الحرمة في جهة صاحب اللبن كما تثبت في جانب المرضعة فان النبي صلى الله عليه وسلم اثبت عمومة الرضاع والحقها بالنسب وهذا مذهب الشافعی

چاہئے کہ ائمہ کرام نے تصریح کی ہے کہ ظاہریہ فرقے کے مخالف ہونے کا کوئی اعتبار نہیں اور نہ ہی ان میں سے کسی کی تقلید جائز ہے ، کیونکہ وُہ مسلوب العقل لوگ ہیں حتیٰ کہ وُہ قیاسِ جلی کا بھی انکار کرتے ہیں ۔ نیز انھوں نے فرمایا کہ یہ لوگ محض ظاہری ہیں تقریباً بے عقل ہیں اور یہاں تک کہہ گئے اگر کوئی شخص پانی میں پیشاب کرے تو ناپاک ہے اور اگر کسی برتن میں پیشاب کرکے پانی میں ڈال دے تو پانی پاک ہے ناپاک نہ ہوگا ۔ تو ایسے لوگ کس شمار میں ہیں ، ان کو اہلِ عقل میں شامل کرنا کیسے مناسب ہے چہ جائیکہ ان کو علماء میں شمار کیا جائے ، اسی طرح دیگر شوافع حضرات نے بھی اس کے بارے میں واضح تصریحات کی ہیں اور انھوں نے اس مسئلہ میں کہیں بھی اختلاف ظاہر نہیں کیا اور بڑے بڑے ائمہ شوافع نے اس مسئلہ کو متفق علیہ اور چاروں اماموں کا مسلک قرار دیا ہے اور کہا کہ ائمہ کے اصحاب اور علاقوں کے تمام فقہاء کا یہی مسلک ہے چنانچہ امام احمد عسقلانی شافعی نے اپنی کتاب ارشاد الساری میں فرمایا : اس میں یہ دلیل ہے کہ جس مرد کا دودھ ہے وہ حرمت پیدا کرتا ہے چنانچہ جس طرح دُودھ والی عورت کی طرف سے حرمت ثابت اسی طرح اس کے مرد کی طرف سے بھی حرمت ثابت ہوگی کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رضاعی چچا کا اثبات

---

[1] کف الرعاع القسم الرابع عشر باب فی بیان ان مامره صغیرة اوکبیرة دار الکتب العلمیة بیروت ص ۱۴۴

[2] " تنبیہ ادلۃ التحلیل والرد علیہا " " " " ۱۲۸

وابی حنیفہ وصاحبیہ ومالک واحمد کجمہور الصحابۃ والتابعین وفقہاء الامصار[1]، امام حافظ قسطلانی شافعی در فتح الباری فرماید ذہب الجمہور من الصحابۃ والتابعین وفقہاء الامصار کابی حنیفۃ وصاحبیہ ومالک والشافعی واحمد واتباعہم الی ان لبن الفحل یحرم[2] امام ابو یوسف اردبیلی شافعی در کتاب الانوار فرماید والفحل الذی منہ اللبن ابوہ واولادہ من المرضعۃ وغیرہا اخوتہ واخواتہ[3]، علامہ زین الدین شافعی تلمیذ ابن حجر مکی در قرۃ العین فرماید تصیر المرضعۃ امہ وذو اللبن اباہ وتسری الحرمۃ من الرضیع الی اصولہما وفروعہما وحواشیہما نسبًا ورضاعًا[4] تا ایں جا ہمہ نصوص کبرائے شافعیہ است وصاحب البیت ابصر بما فی البیت وصاحب الدار ادری، امام اجل قاضی عیاض مالکی در شرح صحیح مسلم فرماید لم یقل احد من ائمۃ الفقہاء واہل الفتوی باسقاط حرمۃ لبن الفحل

فرمایا اور نسب کی طرح قرار دیا ہے اور یہی مذہب امام شافعی، ابو حنیفہ اور ان کے صاحبین امام مالک اور امام احمد بن حنبل کا ہے جس طرح کہ صحابہ اور تابعین اور تمام علاقوں کے علماء کا یہی مذہب ہے۔ اور امام قسطلانی شافعی نے فتح الباری میں فرمایا کہ تمام صحابہ، تابعین اور فقہاء ابو حنیفہ، ان کے صاحبین، مالک، شافعی اور احمد اور ان کے تمام متبعین کا مذہب یہ ہے کہ دُودھ والا مرد بھی حرام ہوتا ہے۔ امام یوسف اردبیلی شافعی نے کتاب الانوار میں فرمایا کہ جس مرد سے عورت کو دُودھ اترا وُہ دُودھ پینے والے بچے کا باپ ہے اور اس کی تمام اولاد خواہ اس مرضعہ سے ہو یا کسی دوسری عورت سے وُہ سب اس بچے کے بہن بھائی ہوں گے۔ علامہ زین الدین شافعی ابن حجر مکی کے شاگرد قرۃ العین میں فرماتے ہیں کہ دُودھ پلانے والی، ماں، اور دُودھ والا مرد باپ ہوگا، اور پھر یہ حُرمت بڑھ کر بچے سے مرد و عورت کے اصول و فروع اور ان کے نسبی اور رضاعی متعلقین تک سرایت کر جاتی ہے، تمام نصوص شافعی حضرات کی اس مسئلہ میں یہی ہیں، جبکہ گھر والا گھر کی باتوں کو زیادہ جانتا ہے، برگزیدہ امام قاضی عیاض مالکی صحیح مسلم کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ائمہ فقہاء اور اصحابِ فتویٰ میں سے کسی نے بھی دُودھ والے خاوند کی حرمت کو

---

[1] ارشاد الساری — کتاب الرضاع — باب لبن الفحل — دار الکتاب العربی بیروت — ۸/ ۳۳

[2] فتح الباری — کتاب النکاح — " " " — دار المعرفۃ بیروت — ۹/ ۳۱-۱۵۰

[3] الانوار لاعمال الابرار

[4] قرۃ العین مع شرح فتح المعین — ارکان النکاح — مطبعۃ عامر الاسلام ترورنگاڈی کیرلہ — ص ۳۹۰

الا اهل الظاهر و ابن علیة والمعروف عن داؤد موافقة الائمة الاربعة[2]
امام جلیل بدرالدین محمود عینی در عمدۃ القاری فرماید لبن الفحل یحرم وهو قول ابی حنیفة و مالك والشافعی واحمد واصحابهم وقال القاضی عیاض لم یقل احد من الائمة[1] الخ (ملخصا) این ست نقول ونصوص ائمہ اجلہ ثقات اثبات و نسبتے کہ درخانیہ و ہدایہ واقع شد معارضش نتواں بود در نقل مذہب غیر بارہا زلت روی نماید یکے از اکابر شافعیہ تحلیل زنا بحربیہ در دارالحرب، و دیگرے اجلہ شافعیہ حلتِ غراب بحضرت امام اعظم نسبت کرد و ہر دو باطل است در ہمیں ہدایہ حلتِ متعہ بامام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ نسبت نمود حالانکہ بامام مالک بروے حدِ زنا مے زنند کما ھو قول عبد اللہ ابن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنھما اذ قال جرب علی نفسك لان فعلتها لارجمنك باحجارك[3] بخلاف حنفیہ و دیگر ائمہ کہ حرام دانند و تا حد نرسانند بالجملہ جواز ایں نکاح باطل است ہرگز نہ مذہب امام شافعی است

ساقط نہیں کیا ما سوائے ابن علیہ اور اہل ظاہر حضرات کے، اور داؤد ظاہری سے نقل مشہور ہے کہ وہ بھی ائمہ اربعہ کے موافق ہے۔ برگزیدہ امام بدرالدین عینی نے عمدۃ القاری میں فرمایا ہے کہ دودھ والے خاوند کی حرمت تمام ائمہ ابو حنیفہ، شافعی، مالک اور احمد اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے اور امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ کسی امام نے اس حرمت کے اسقاط کا قول نہیں کیا، یہ ہیں تمام ثقہ ائمہ کی نصوص جو ان سے منقول ہیں، اور وہ جو خانیہ اور ہدایہ میں ان کے خلاف ان ائمہ کی طرف منسوب ہے وہ ان نصوص کے معارض نہیں ہو سکتا کیونکہ بارہا دوسرے کے مذہب کو نقل کرنے میں اکثر لغزش ہو جاتی ہے، شافعی مسلک کے اکابرین میں سے ایک نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف یہ منسوب کر دیا کہ ان کے نزدیک دارالحرب میں حربی عورت سے زنا جائز ہے اور دوسرے نے امام ابو حنیفہ کی طرف کوے کے حلال ہونے کی نسبت کر دی جبکہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں، اور اسی ہدایہ میں امام مالک کی طرف متعہ کے حلال ہونے کی نسبت کر دی گئی حالانکہ امام مالک ایسے شخص پر حدِ زنا لگاتے ہیں جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنھما کا قول ہے کہ یہ تجربہ کر کے دیکھ اگر تو کریگا تو میں تجھے تیرے ہی پتھروں سے رجم کروں گا بخلاف حنفیہ اور دیگر ائمہ کہ وہ متعہ کو حرام کہتے ہیں مگر حد نہیں لگاتے،

---

[1] شرح صحیح مسلم للقاضی عیاض مالکی

[2] عمدۃ القاری | باب لبن الفحل | ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ مصر | ۹۷/۲۰

[3] صحیح مسلم | باب نکاح المتعۃ الخ | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۴۵۲/۱

نہ مذہب ہیچکس از ائمہ مجتہدین متبوعین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین، ابن علیہ مردے از محدثین است عداد او در مجتہدین ائمہ نیست و اگر باشد متفرد است و ظاھریہ خود مبتدعانند و مبتدع را در اجماع اعتبارے نیست و وفاقش ملحوظ نشود و بخلافش خلل نہ پزیرند، لانھم لیسوا من الائمۃ علی الاطلاق کما فی التوضیح وغیرہ لیسوا من امۃ الاجابۃ وانما ھم من امۃ الدعوۃ، کما فی مرقاۃ المفاتیح وغیرھا، وخود درخصوص ظاھریہ از امام ابن حجر مکی گزشت کہ مخالفت ایشاں اصلاً قابل التفات نیست، پس دریں مسئلہ حکم بخلاف را زنہار مساغ نیست **اولاً** خلاف سنت مشہورہ است کہ ان اللہ حرم من الرضاع ما حرم من النسب[1]، ایں حدیث بالفاظ متنوعہ و روایات متکاثرہ در دواوین اسلام مروی و منقول است و از صدر اسلام تا حال میان علماء متلقی بالقبول ہمیں امام ترمذی در ہماں جامع فرماید والعمل علی ھذا عند عامۃ اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

خلاصہ یہ کہ یہ نکاح باطل ہے اور کسی بھی امام خواہ شافعی ہوں یا کوئی اور، مجتہدین میں سے کسی کے مذہب میں جائز نہیں ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم، ابن علیہ کا شمار محدثین میں تو ہوتا ہے مگر مجتہدین میں نہیں، اور اگر بالفرض ہو بھی تو وہ دوسرے ائمہ سے الگ تھلگ ہے۔ رہا ظاہریہ فرقہ تو وہ بدعتی فرقہ ہے جبکہ اجماع کے معاملہ میں بدعتی کا اعتبار نہیں ہوتا، اس کی موافقت اور مخالفت کا کوئی اثر اجماع پر نہیں پڑتا کیونکہ یہ ائمہ میں سے نہیں ہیں، جیسا کہ توضیح وغیرہ میں ہے، اور امتِ اجابہ میں سے نہیں بلکہ وہ امتِ دعوت میں سے ہیں جیسا کہ مرقاۃ المفاتیح وغیرہ میں ہے۔ اور خود ظاہریہ فرقہ کے بارے میں امام ابن حجر مکی کا قول گزرا کہ ان کی مخالفت قابلِ التفات نہیں ہے لہذا اس مسئلہ میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں **اولاً** اس لیے کہ اس کا خلاف سنتِ مشہورہ کے خلاف ہے جو کہ یہ ہے جو نسب کی بناء پر حرام فرمایا ہے وہ رضاعت کی بناء پر بھی اللہ تعالٰی نے حرام فرمایا ہے، یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ کثیر روایات میں ہے اور اسلام کی قانونی کتب میں مروی و منقول ہے اور ابتداءِ اسلام سے آج تک علماء کے درمیان مقبول ہے، امام ترمذی نے اپنی جامع میں فرمایا کہ اس پر عام صحابہ اور بعد والوں کا عمل ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے

---

[1] جامع الترمذی ابواب الرضاع امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۱۳۶

وغیرھم لانعلم بینھم فی ذٰلک اختلافًا[1] وحکم برخلاف سنّت مشہورہ نافذ نہ شود، درتنویر الابصار است اذا رفع الیہ حکم قاض اٰخر نفذہ الاما خالف کتابًا او سنّۃً مشہورۃً او اجماعًا[2] **ثانیًا** مخالف اجماع من یعتد باجماعہم افتادہ است کما تقدم بیانہ وامام شعرانی شافعی درمیزان الشریعۃ الکبرٰی فرمود اتفق الائمۃ علٰی انہ یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب[3] وحکم برخلاف اجماع نفاذ نیست، ائمہ ثقات اثبات ازحکایات شاذہ غافل نبودند بلکہ خود ذکر نمودہ اند باز تصریح فرمودہ کہ دریں مسئلہ جز ظاہریہ و ابن علیہ کسے راخلاف نیست چنانکہ از امام قاضی عیاض مالکی وامام ابوزکریا نووی شافعی و امام محمود عینی حنفی گزشت فمن الغریب نسبۃ الغراب الیھم علٰی ما وقع فی فتح المغیث واگر بالفرض اینجا قولے ضعیف محکی بود کما اقول بہ فی الفتح الفقھی، پس حکم وفتوٰے بر قول ضعیف و مرجوح خود جہل وخرقِ اجماع است کما فی تصحیح القدوری

اور سنّتِ مشہورہ کے خلاف حکم نافذ نہیں ہوسکتا، اور تنویر الابصار میں ہے کہ جب ایک قاضی کے پاس دُوسرے قاضی کا حکم پہنچے تو اس کو نافذ کرے بشرطیکہ کتاب اللہ، سنّتِ رسول اللہ اور اجماع کے خلاف نہ ہو، **ثانیًا** اس لیے کہ جن لوگوں کا اجماع معتبر ہے ان کے اجماع کے بھی خلاف ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے، اور امام شعرانی نے میزان الشریعۃ الکبرٰی میں فرمایا ہے کہ ائمہ کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ جو رشتہ نسب کی وجہ سے حرام ہے وُہ رضاع کی وجہ سے بھی حرام ہے اور اجماع کے خلاف حکم نافذ نہیں ہوسکتا، اور کسی مسئلہ کو ثابت قرار دینے والے ائمہ ثقات خود بھی شاذ حکایات سے غافل نہیں ہوتے بلکہ خود ان کو ذکر کرتے ہیں، نیز اُنھوں نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ اس مسئلہ کا ظاہریہ اور ابن علیہ کے بغیر کسی نے خلاف نہیں کیا، جیسا کہ امام قاضی عیاض، ابوزکریا نووی شافعی اور امام محمود عینی حنفی سے گزرا فتح المغیث میں ان حضرات کی طرف شاذ امور کو منسوب کرنا تعجب کی بات ہے، اگر بالفرض یہاں کوئی ضعیف قول نقل کیا گیا ہو جیسا کہ فتح القدیر میں تاویل کی گئی ہے تو بھی ضعیف قول اور مرجوع قول پر فتوٰی دینا خود جہالت اور اجماع کے خلاف ہے جیسا کہ علامہ قاسم

---

[1] جامع الترمذی ابواب الرضاع امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۳۷
[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب القضاء باب فی المجلس مجتبائی دہلی ۲/۷۹-۸۰
[3] میزان الشریعۃ الکبرٰی کتاب الرضاع مصطفی البابی الحلبی مصر ۲/۱۳۸

للعلامۃ قاسم والدر المختار، **ثالثًا**
حکم بخلاف قاضی مجتہد راست مقلد را روا نبود
برخلاف امام خود حکم کردن در تنویر الابصار است
قضٰی فی مجتہد فیہ بخلاف رأیہ
لاینفذ مطلقا وبہ یفتی[1] ودر درمختار
است ؎

ولوحکم القاضی بحکم مخالف
لمذہبہ ماصح اصلا یسطر[2]

در ردالمحتار آورد اما المقلد فلا یملك المخالفۃ[3]
مجیب عبارتش از سابق ولاحق قطع کردہ آورد و
خود در قدر منقول خود لفظ ادعی ندید **رابعًا** اگر
از ہمہ گزرند قضاء شرعی چیزیست کہ رفع خلاف
مے کند، نہ کہ دو حرف خوانند و خود را بمسند
افتاء نشانند، ہرچہ خواہند بر زبان رانند،
وخلاف مرتفع شود، و مذہب مردود و مندفع
حاشا اللہ لایقول بہ جاھل
فضلا عن فاضل نسأل
اللہ العفو والعافیۃ، واللہ
تعالٰی اعلم۔

فقیر مصطفٰی رضا خاں قادری نوری غفرلہ

کی تصحیح القدوری میں اور درمختار میں ہے، **ثالثًا**
مخالف کے قول پر فیصلہ کا اختیار صرف مجتہد قاضی کو
ہے، مقلد کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اپنے امام کے قول
کے خلاف فیصلہ کرے۔ تنویر الابصار میں ہے کہ قاضی
کا مجتہد فیہ میں اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ مطلقًا نافذ
نہ ہوگا اور اسی پر فتوٰی ہے۔ اور درمختار میں ہے کہ
اگر قاضی نے اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ دیا
تو نافذ نہ ہوگا اور یہ صحیح نہ ہوگا، اور ردالمحتار میں کہا:
لیکن مقلد اپنے مذہب کی مخالفت نہیں کرسکتا مجیب
نے ان کی عبارت سیاق وسباق سے کاٹ کر پیش
کی اور خود اس نے جو ان کی عبارت نقل کی اس میں لفظ
ادعی کو نہ دیکھا، **رابعًا** یہ کہ اگر مذکورہ امور کو نظر انداز
کردیں تو قضاء شرعی طور پر ایسا اہم عہدہ ہے کہ
جس میں جمہور کے خلاف کو ختم کیا جاتا ہے، نہ کہ چند
حرف پڑھ لئے اور مسندِ قضاء پر بیٹھ کر جو کچھ چاہے اس
کو زبان پر جاری کردے اور یہ خیال نہ کرے کہ
میرے فیصلہ سے خلاف قوی اور مذہب کمزور ہوگا،
اللہ تعالٰی کا خوف ہو تو خلاف والا قول جاہل بھی
نہ کرے چہ جائیکہ کوئی فاضل کرے، اللہ تعالٰی
سے عافیت اور معافی کی درخواست ہے، واللہ
تعالٰی اعلم۔ فقیر مصطفٰی رضا خاں قادری نوری غفرلہ

۱؎ درمختار متن تنویر الابصار باب القضاۃ فصل فی الحبس مجتبائی دہلی ۲/۸۰
۲؎ درمختار " " " " ۲/۸۰
۳؎ ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۳۵

فی الواقع نکاحِ مذکور باطل وحرام محض ست و بر آں کس از دخترِ دخترِ برادرِ خودش فوراً فوراً جُدا شدن فرض است تزویج ایناں جہل وتنفیذِ او ظلمِ شدید۔ واللہ تعالٰی اعلم

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

فی الواقع نکاح مذکور باطل اور محض حرام ہے، اس شخص پر لازم ہے کہ فوراً فوراً اپنے بھائی کی نواسی سے جُدائی اور علیحدگی اختیار کرے۔ اس نکاح کو نافذ کرنا اور جائز کہنا جہالت اور ظلمِ شدید ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ